مولف کا نام ادبِ اردو کی دنیا مین اچھی طرح معروف ہے، وہ اُن لوگون مین ہین جو ہمیشہ کچھ نہ کچھ ادبِ اردو کی خدمت انجام ہی دیتے رہتے ہین، مولف موصوف کا تازہ کارنامہ یہ نئی تالیف ہے، جس کا دوسرا تاریخی نام نمونۂ منثورات ہے، اور یہی نام درحقیقت اس کتاب کے موضوع و مقصد کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے، مولف نے نہایت محنت تلاش اور جستجو سے سنہ ۹۱۰ء سے سنہ ۱۹۲۲ء تک کی اردو کے مختلف نمونون کو مختلف عنوانون کے تحت مین بہ ترتیب جمع کیا ہے، تاکہ دیکھنے والے کو بیک نظر معلوم ہوسکے کہ اس صنف مین اردو زبان پران صدیون مین کیا کیا انقلابات پیش آئے، اور اُس کی طرز کیونکر عہد بعہد بدلتی رہی، کتابون کے نمونون مین اُس کتاب یا مصنف کے متعلق اپنا ادبی نقطۂ نگاہ تبصرۂ و کیفیت کے عنوان سے درج کیا ہے، الغرض کتب اخبارات، مضامین، نقد و تبصرہ، مثل مقدمات، کاغذات سرکاری، خطوط، مختلف ادبی مظاہر مین اردو کی ہر دور کی ترقی وانقلاب کو مجسم کرکے دکھایا ہے، کتاب کی گو کوئی منطقی ترتیب نہین، اور محتاج تکمیل بھی ہے، تاہم نمونۂ منثوراتِ اردو کے مجموعہ کے لحاظ سے ہماری زبان کی تاریخ مین یہ ایک بیحد مفید و کارآمد کام انجام پایا ہے، ہم اس کو جناب احسنؔ کی احسن الکتب قرار دیتے ہین، اور حصہ دوم کے اس سے بہتر نظم و ترتیب کی توقع رکھتے ہین،

فہرست کتبخانہ مشرقی پٹنہ، مولفہ مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی سابق رفیق دارالمصنفین

بزبان انگریزی، ..، اصفحات سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ بہار واڑیسہ پریس، پٹنہ،

یہ کتبخانہ مشرقی پٹنہ بانکی پور کی اٹھارھوین جلد شایع ہوئی ہے، جس مین عربی کی قلمی کتابون مین سے صرف قرآن اور قرآنی علوم مین سے قرأت و تجوید کی قلمی کتابون کی فہرست اور ان کے مولفین و مصنفین کے حالات اور کتبخانہ کے موجودہ نسخہ کی تشریحات مندرج ہین، یہ شعبۂ قرآنیات کی فہرست کا پہلا حصہ ہے،

"س"

جلد بست و ہفتم ۲۷	ماہ شوال سنہ ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۱ء	عدد سوم ۳

مضامین

شذرات

سیرۃ نبوی کی چوتھی جلد بحمداللہ کہ مطبع مین بھیجدیگئی، اور اب تک اس کے پچاس ساٹھ صفحے چھپ چکے ہین اور کام پوری مستعدی سے جاری ہے، تاہم اختتام سال سے پہلے اسکی چھپائی ختم نہ ہوگی، کتاب کی بقیہ سب جلدون کو جلد جلد سمیٹنے کی کوشش بہت کچھ کیجاتی ہے، مگر ہر نیا سال ضروریات اور اقتضاآت کا نیا مطالبہ اپنے سامنے لاتا ہے، اور اُن کے مطابق مباحث کی وسعت اور اُن کی تحقیق و تلاش بڑا وقت لیتی ہے، ہم نے چاہا تھا کہ اس چوتھی جلد مین تمہید و دیباچہ کے علاوہ عقائد و عبادات و اخلاق مین عنوانات کی تکمیل کردیجائے، مگر کتاب کی ضخامت شاید اس جلد کو تمہید و دیباچہ کے علاوہ صرف عقائد و عبادات پر خاتمہ کے لیے مجبور نکردے، کہ صرف یہ مضامین چھ سو صفحے پورے کردینگے،

مولانا شبلی مرحوم کے مجموعۂ مضامین کی اشاعت کا خیال تو مدت سے تھا، مگر بعض پرچون کے بہم نہ پہنچنے کے سبب سے تاخیر ہوتی رہی، گذشتہ سال سے اسکی اشاعت کا سامان کیا گیا، اور اوسکی پہلی جلد جسمین صرف مذہبی مضامین کا مجموعہ ہے، ابھی شائع ہوئی ہے، گو کہ یہ مضامین آج سے تیس چالیس برس پہلے کے لکھے ہوئے ہین، تاہم یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ شائقین اسکی پوری قدردانی کے لیے آمادہ نظر آتے ہین، اور سمجھتے ہین کہ اس شراب کی کہنگی اس کے کیف و مستی کو اور بڑھادیگی، اسی لیے ارادہ ہے کہ مضامین کی تمام جلدون کو جلد از جلد چھپاکر شائع کردین، چنانچہ مجموعہ کے دوسرے حصہ کی جو ادبی مضامین پر مشتمل ہوگا کتابت شروع کرادیگئی ہی۔

مشہور حنفی محدث و فقیہ امام **طحاوی** جن کی دو مشہور کتابین معانی الآثار اور مشکل الآثار ہندوستان مین پہلے چھپ چکی ہین، فقہ مین اُن کی ایک ضخیم تالیف جامع کبیر ہے، ابھی حال مین جرمنی مین اُن کی اس کتاب کا ایک باب کتاب الشفعہ چھپکر شائع ہوا ہے، اسی طرح عہد سامانی و غزنوی کے مشہور متکلم امام عبدالقادر بغدادی جنکی ایک کتاب الفرق بین الفرق مصر مین چھپ چکی تھی، اب قسطنطنیہ سے اُن کی دوسری تصنیف اصول الدین چھپکر شائع ہوئی ہے، بار بار خیال آتا ہے کہ سینے خالی ہو رہے ہین، اور سفینے بھر رہے ہین، شاید کہ یہی علوم اسلامیہ کی حفاظت کا سامان بن جائین،

حرمین محترمین کی علمی خدمتگذاری کی عزت جہان بہت سی مسلمان قومون کو حاصل ہوئی، وہان ہندوستانی مسلمانون کو بھی حاصل ہوئی، گجرات کی اسلامی سلطنت جب تک قائم رہی اُنکی طرف سے مکہ معظمہ مین مدرسہ قائم رہا، اسی مدرسہ کے ناظر و مدرس اعلیٰ قطب الدین نہروالی تھے، جو اعلام اور تاریخ یمن کے مصنف ہین، انتہا یہ ہے کہ بنگالہ کی خودمختار اسلامی سلطنت بھی اس شرف سے محروم نہ رہی، زمانہ نے جب رنگ بدلا تب بھی یہ اعزاز ہندوستانی مسلمانون کے حصہ مین آیا، مکہ معظمہ مین مدرسۂ صولتیہ اور دوسرا مدرسۂ فخریہ ہندوستانی مسلمانون ہی کے چندون سے چل رہے ہین، مدینہ منورہ مین مدرسۂ نظامیہ ہے اُس کے خدمتگذار بھی ہندوستانی ہی ہین، اور سرکار نظام خلد اللہ ملکہ کو ان سب کی اعانت کا فخر حاصل ہے،

اب چند سال سے مدینہ منورہ مین ایک اور بڑا مدرسہ مدرسۃ العلوم الشرعیہ کے نام سے مولانا سید احمد صاحب مہاجر مدنی (برادر مولانا حسین احمد صاحب) نے قائم فرمایا ہے، مولانا کی ذات بابرکات مدینہ منورہ مین ایک عجیب ہستی ہے، ایسی مخلص، متواضع، دردمند، شاید ہی کوئی شخصیت

وہان ہو، اور ساتھ ہی اللہ تعالےٰ نے اُن کو وہان ہر دلعزیزی بھی عطا فرمائی ہے، موصوف بڑے ہی ایثار کو کام فرما کر بڑی محنت سے وہان مدینہ منورہ کی شایانِ شان ایک دینی درسگاہ کے قیام مین کوشش فرما رہے ہین، چنانچہ چند سال سے وہان یہ مدرسہ قائم ہے، دس٘ بارہ٘ مدرس جو ہندوستان مراکش اور عرب مختلف ملکون کے ہین درس دیتے ہین، دو ڈھائی سو طلبہ جو مسلمانون کے ہر ملک و دیار کے ہین اس مین پڑھتے ہین، مدرسہ کی عمارت بھی ہے، مختصر کتبخانہ بھی ہے،

اس مدرسہ مین مدرسین اور کارکن جو کام کر رہے ہین اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہو کہ سب سے بڑے مدرس کی تنخواہ صرف پچیس٘ روپیہ ہے، اور کم سے کم دس بارہ روپیے، جنکو دیارِ عرب جانے کا اتفاق ہوا ہے انکو وہان کی گنی اور گرانی کا پورا علم ہے، وہ سمجھ سکتے ہین کہ دس، بیس، تیس روپیون کی وہان کیا قیمت ہے، ضرورت ہے کہ حسّاس مسلمان اس مدرسہ کی طرف توجہ فرمائین، اور مسلمانانِ ہند کے اس تازہ پُر فخر کارنامہ کو نشو ونما اور ترقی کا موقع دین، یہ درسگاہ ایسے ہاتھون مین ہے جن کے صدق و دیانت و راستبازی پر پورا یقین ہی، ابھی پچھلے چند سالون مین جو علماء اور اکابر مدینہ منورہ گئے ہین، انھون نے اسکی نسبت بہتر سے بہتر رائے کا اظہار فرمایا ہے، جو لوگ اس کارِ خیر مین حصہ لینا چاہین، وہ کوٹھی حاجی علیجان صاحب دہلی، یا ڈاکٹر سید عبد العلی صاحب، جھاؤلال امین آباد لکھنؤ کے پتہ سے روپیے بھیج سکتے ہین، مدرسہ کی سالانہ روداد ہر سال شائع ہوتی ہے، سال گذشتہ کی روداد گذشتہ ماہ ہندوستان مین شائع ہوئی ہے،

کراچی سندھ مین عربی کا ایک پرانا مدرسہ مظہر العلوم نامی ہے، گذشتہ چند سالون مین اُس پر مختلف انقلابات گذرے، اب وہ پھر سنبھلا ہے، اور نئے سر سے ترقی شروع کی ہے، یہ بھی

خوشی کی بات ہے کہ اس کے کارکن علماء ضروریاتِ زمانہ سے بیخبر نہین ہین، موجودہ زمانہ مین ہماری پستی یہ ہے کہ ہم اصلاحی مشرقی تعلیم کے حامی صرف اس قدر تمنا رکھتے ہین کہ ہر صوبہ مین ایک دینی درسگاہ ایسی ہو جس کی ظاہری و مالی حیثیت اس صوبہ کے بیسیون انگریزی اسکولون مین سے ایک اسکول کے برابر ہو، کیا کراچی کے مسلمان اپنے شہر کے شایانِ شان ایک متوسط مذہبی درسگاہ بھی کامیابی کے ساتھ نہین چلا سکتے ؟

کسی ممتاز ہستی کی وفات پر اسکی یادگار قائم کرنے کی تجویز اس زمانہ مین کوئی نئی بات نہین ہے، تیس٘ برس کے عرصہ مین سرسید کے بعد سے آج تک ہر ممتاز مسلمان کی وفات پر یادگار کے قیام کی تجویز ہوئی، تحریک ہوئی، تائید ہوئی، منظور ہوئی، مگر مجسّم شکل مین کوئی نظر نہین آئی، محسن الملک، وقار الملک، نذیر احمد، حالی، غلام الثقلین، اجمل خان، کس کس کی یادگار کی تحریکین اخبارون کے صفحون اور انجمنون کے پلیٹ فارمون پر پیش نہ ہوئین، مگر چند مہینون کے شور و غل کے بعد پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو جذبات کے پُر شور سمندر کی سطح پر موج کی ایک لکیر بھی دکھائی نہ دی،

مولانا محمد علی مرحوم کی وفات کا سانحہ تازہ واقعہ ہی، حسب دستور ملک کے ہر گوشہ سے یادگار، یادگار کا ایک شور برپا ہوا، لیکن نظر آ رہا ہے کہ اس طوفان مین بھی رفتہ رفتہ سکون پیدا ہو رہا ہے، کہین ایسا نہ ہو کہ اس دفعہ ہماری متفقہ آواز ویسی ہی بے معنی ہو جیسی بارہا پہلے ہو چکی ہی، ضرورت ہے کہ کوئی ایک شخص چند سال یادگار کے جنونِ آرزو مین بسر کرے اور کچھ دنون کے لیے اسکو اپنی زندگی کا کام بنائے تب کہین کامیابی ہوگی،

لیکن اس موقع کا سب سے زیادہ حیرت خیز اور حسرت انگیز منظر یہ ہے کہ یہان تک تو سب کا اتفاق ہے کہ ان کی یادگار قائم ہو، لیکن یہ کہ وہ کیا ہو؟ اس کا جواب کوئی ایک نہین ہے، جتنے منہ اوتنی ہی باتین ہین، اور ہر روز اخبارون مین نئی نئی تجویزین پیش ہوتی ہین، اور عمل ایک پر بھی شروع نہین ہوا، کوئی محمد علی اسکول آف پالیٹکس بنانا چاہتا ہے، کوئی کتبخانہ چاہتا ہے، کوئی اخبار چاہتا ہے، کوئی بیچارہ جامعہ ملیہ ہی کو سرفراز کرنا چاہتا ہے، کوئی محمد علی ہال، کوئی محمد علی اسکول، کوئی کچھ اور کوئی کچھ اور کہتا ہے، اسی سے اندازہ ہوگا کہ مسلمانون کا کوئی بھی رہنما نہین، نہ اُن کا کوئی سردھرا ہے، عوام کا مطلق العنان گلہ ہے، جس کی نسبت دعویٰ ہے کہ وہ ایک قوم ہے، حالانکہ ایسے منتشر اور پراگندہ افراد پر قومیت کا اطلاق کسی طرح نہین ہو سکتا، آج شخصیت کے خلاف دورِ فاروقی کی جمہوریت اور مساوات کا ترانہ سب کی زبان پر ہے مگر سمعنا واطعنا کا لفظ کسی ایک کی زبان پر نہین،

اسلام نے اپنا واضح مسلک یہ قرار دیا تھا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ، "تم مین سے ہر شخص نگران اور ذمہ دار ہے، اور تم مین سے ہر شخص سے اپنے اپنے گلہ کا سوال ہوگا" اگر آج مسلمان اپنے پیغمبر علیہ السلام کے اس زرین ارشاد کو اپنا دستور العمل بنائین، تو انکی ہر مشکل حل ہو، مگر ہم نے اپنا اصول یہ بنایا ہے کہ ہم مین سے کوئی کسی کا نگران اور ذمہ دار نہین، لیکن ہم ایک دوسرے سے دوسرے کی نگرانی اور ذمہ داری کا سوال کرین، یہ عملی طاقت کے زوال کے آثار ہین،

مسلمانون کی عبرت کے لیے ہم ایک واقعہ لکھتے ہین، کلکتہ کے قلمی کتابون کے ایک مسلمان تاجر صاحب نے ہم کو اطلاع دی کہ ان کے پاس تفسیر ابن ابی جمرہ اندلسی (صاحب بہجۃ النفوس شرح بخاری) کا ایک نسخہ ساڑھے سات سو برس کا لکھا ہوا ہے، انھون نے اسکی قیمت فیصدی سو روپیے کے حساب سے ساڑھے سات سو

مانگی، ہم نے اسکے جواب مین قیمت کی تخفیف کی خواہش کی تو جواب مین لکھا کہ سارے جاسوسین ایک "مارواڑی" اسکو خریدنا چاہتا ہے اگر آپ اسی قیمت پر خریدین تو اسکو دیدونگا، ہمنے اس خبر کو سادہ لفظون مین آپکے سامنے پیش کر دیا ہے، آپ ذرا فقرہ کے دونون ٹکڑون پر غور سے عبرت کی نگاہ ڈالیے، ہماری غیرت دیکھیے اور غیرون کی قدر دانی ملاحظہ کیجیے،

سعدی از دست خویشتن فریاد

ہماری مسلم یونیورسٹی مین نواب مسعود جنگ رأس مسعود کا ورود مسعود جب سے ہوا ہے، اسمین ترقی و انقلاب کے کچھ آثار نظر آنے لگے ہین، عربی کے ذمہ دار شعبہ سے پروفیسر عبد اللہ کر رخصت ہوئے، انکی جگہ پر پروفیسر یوسف ہارویز (سابق پروفیسر کالج و مصحح طبقات ابن سعد) کا آنا طے تھا، مگر افسوس ہے کہ انکی وفات کی خبر آئی، اگر کرنکاو صاحب خدانخواستہ نہ آسکین تو ضرورت ہے کہ کوئی مسلم الثبوت یورپین مستشرق اسکی جگہ پر جائے کیونکہ یورپین مستشرق ہی کیلئے شعبۂ عربی کی سرکاری امداد مین یہ شرط ہے، ورنہ دور کے ڈھول کے سوا اس امر مین کوئی فائدہ نہین،

اسی سلسلہ مین یہ قابل ذکر بات ہے کہ یونیورسٹی کے ہر دار الفنون کی طرف سے ایک ایک رسالہ نکلنے لگا ہے، اسکول کے طلبہ کا الگ ہے، انٹرمیڈیٹ کالج کا الگ، مسلم یونیورسٹی کا الگ، مگر یہ دیکھکر حیرت ہوتی تھی کہ تمام مسلمانون کے ایک دار العلوم کی طرف سے ہر رسالہ جو نکلتا ہے ادبیات لطیفہ، داستان و حکایات اور شعر و سخن کے سوا اسمین دماغ کی کوئی چیز نہین ہوتی، نہ کوئی سائنٹفک ریسرچ ہے، نہ تاریخی تحقیق ہے، نہ فلسفیانہ دماغ سوزی ہے، نہ کوئی اور متین و سنجیدہ بحث و فکر ہے، بارے اب یونیورسٹی نے اس جانب اپنی عمر مین پہلا قدم اٹھایا ہے، اسکے شعبۂ حیوانیات کی انجمن حیوانیات کی طرف سے ایک رسالہ "حیوانیات" شائع ہونا شروع ہوا ہے، جسمین تمام مضامین علم حیوانات اور اسکی مختلف شاخون پر ہین، اردو کی خوش قسمتی پر جسقدر ناز کیا جائے وہ کم ہے کہ آج اسمین یہ ترقی ہوئی ہے کہ اسمین سائنس کے ایک خاص شعبہ پر ایک خاص رسالہ شائع ہونے لگا ہے، اور اس لحاظ سے ڈاکٹر مرزا اور جناب عنایت علی خان صاحب کی جسقدر ہمت افزائی کیجائے وہ کم ہے،

لیکن دوسری طرف اپنی محرومی کا گلہ ہے، اپنی خوش بختی کا اتنا یقین نہین کہ سائنس کے صرف ایک شعبہ حیوانیات کے قدردان اتنے آمادہ انسان مل جائینگے جو اس رسالہ کو یونیورسٹی کے شعبۂ مذکور پر بار دوش نہ بنے دین، اسی لئے اگر یونیورسٹی کی سائنس کے کل شعبے مل کر ایک سائنٹفک اردو رسالہ ایسا نکالتے جسمین مختلف علوم کے مختلف ابواب ہوتے، جنمین ایک علم الحیوانات بھی ہے، تو امید ہو سکتی تھی کہ یہ رسالہ کامیاب ہو جائے،

جنوری کے معارف مین مضمون "روضۂ تاج محل کی تعمیر" مین ایک جگہ منتخب اللباب کے حوالہ سے پشاور کے ایک بازار کی تعمیر کا ذکر آیا ہے جسکو علی مردان خان نے تعمیر کرایا تھا، اسکے متعلق پشاور سے مہتمم صاحب مدرسۂ رفیع الاسلام اپنے ایک والانامہ مین تحریر فرماتے ہین،

"معارف بابت جنوری سنہ ۳۱ء مین ص ۲۹ پر ایک غلطی معلوم ہوئی ..... کہ علی مردان خان نے پشاور مین ایک مسقف بازار اصفہان کی طرز پر تعمیر کیا، پشاور مین اس قسم کا کوئی بازار تعمیر نہین ہوا، بلکہ یہ بازار کابل مین تعمیر ہوا ہے، سنہ ۱۹۱۲ء مین مین خود کابل گیا تھا، اور انھی صفات کے ساتھ یہ بازار ابتک وہان موجود ہے جسکا نام آجکل "بازار چھتہ" ہے، علی مردان خان کے نام سے کابل مین ایک محلہ بھی آباد ہے، جس کا نام "باغ علی مردان" ہے،،

پھر لکھتے ہین،

"چونکہ مجھے بھی آثار عتیقہ سے کسیقدر دلچسپی ہے، اس لئے کابل کے سفر مین چند یادداشت رکھ لئے تھے، وہان علی مردان خان کی ایک اور بھی یادگار ہے جو سرخ پل کے نام سے موسوم ہے، اور کابل سے بطرف جلال آباد پانچوین منزل پر واقع ہے، یہ علی مردان خان کی تعمیر ہے، اس پر یہ شعر کندہ ہین،

در زمان صاحبقران شاہ جہان	پادشاہ دادگستر ظل رب حمید
خان عالیشان علی مردان شد از بہر خدا	بانی این پل بفال فرخ بخت سعید
سال تاریخش چو جستم از خرد داد این جواب	بانی این پل علی مردان شد از لطف مجید"

۱۰۴۶ھ

لیکن کابل مین "بازار چھتہ" اور علی مردان خان کی ان دیگر یادگارون کے وجود سے پشاور کے اس بازار کی تعمیر سے کیونکر انکار کیا جاسکتا ہے، ممکن ہے یہ دو جداگانہ چیزین ہون کیونکہ خافی خان نے پشاور کے اس بازار کا نہایت غیر مشتبہ الفاظ مین ذکر کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

"بعد رسیدن پشاور اگرچہ محل عمارتہای آنجا کہ بدستور ایران ساختہ بودند خوش نمود اما رستہ بازار کہ علیمردان خان موافق دستور اصفہان مسقف ساختہ بکمال صفا چہار سوی بازار را بطرح ثمن بغدادی آراستہ بسیار مرغوب طبع افتاد" (منتخب اللباب ج ۱ ص ۶۲۱)

مقالات

الناسخ والمنسوخ فی القرآن

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا

از

سید ریاست علی ندوی رفیق دار المصنفین،

قرآن مجید کی ناسخ و منسوخ آیتون پر سب سے پہلا اعتراض خود آنحضرت صلعم کے زمانہ مین پیش آیا، اور وہ یہود کی جانب سے تھا، کہ اگر قرآن، کلام الٰہی ہے، تو آیات مین ناسخ و منسوخ صحیح نہین، کیونکہ اگر قرآن نے کسی حکم کو منسوخ کیا، تو گویا توراۃ کے احکام غلط تھے، حالانکہ ان کی صحت اپنی جگہ مسلم ہے، یا اگر قرآن نے خود اپنے نافذ کئے ہوئے کو منسوخ کردیا تو وہ حکم الٰہی نہ تھا، اور نہ خدا اپنے منسوخ کئے ہوئے حکم کو نافذ کرتے وقت اس کی خامیون سے ناواقف تھا، اور یہ علام الغیوب کی صفات سے بعید ہے، اس لئے درحقیقت اسلام ہی مین صداقت وحقانیت نہین کہ وہ ایک طرف توراۃ کے احکام کو جو منجانب اللہ ہین منسوخ کرتا ہے، اور پھر خود اس کے احکام مین بھی ابدیت نہین،

نسخ فی القرآن کے متعلق اسلامی فرقون کے اختلافات

یہی خیالات تھے، جو بعد مین مختلف استدلالات کی رنگ آمیزی کے ساتھ اسلامی فرقون مین بھی پھیلے، اور بعض فرقون نے خدا کو جہل اور عدم علم سے منزہ کرنے کے لئے قرآن مجید کی آیتون مین ناسخ و منسوخ کے وجود سے انکار کردیا، چنانچہ اسلامی فرقون مین سے معتزلہ کی جماعت نسخ کی

قطعی منکر نکلی، اور دور حاضر کے منکرین مین سے سر سید احمد خان مرحوم نے بھی اسی مسلک کی اشاعت کی، معتزلہ کے جواب مین دوسری طرف اشاعرہ محدثین آئے، انھون نے شدت سے ان کے مسلک کی تردید کی، اور نہ صرف قرآن مجید مین نسخ کے وجود کے ثبوت بہم ہو نچائے بلکہ پھر رفتہ رفتہ اس مسئلہ مین اتقدر غلو ہوا کہ یہ علوم قرآن مین ایک مستقل فن قرار پا گیا، آیات نسخ کی مختلف قسمین قرار پائین بعض منسوخ التلاوہ سمجھی گئین، تو بعض ایسے احکام مانے گئے، جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوئے، لیکن وہ نفاذ سے پیشتر منسوخ کردیے گئے، اور بعض آیتین تو ایسی قرار پا گئین، کہ حضرت جبرئیل انھین عرش سے لیکر چلے لیکن ابھی زمین تک پہونچنے نہ پائے تھے کہ دفعۃً منسوخ کردی گئین،

لیکن درحقیقت نسخ کے یہ تمام اقسام قطعاً بے معنی ہین، نہ درایت کے روسے قابل قبول ہین اور نہ اس قسم کی روایتین پایۂ استناد کو پہونچتی ہین، کہ قرآن کی آیات کے متعلق کتب حدیث مین اس قسم کی جو بعض روایتین ہین، وہ اولاً قرآن مجید کے پایہ تواتر پر نہین اترتین، علاوہ ازین اپنے رجال کے لحاظ سے بھی قابل استناد نہین، اس کی اصل بجز اس کے اور کچھ نہین کہ اس دور مین علمائے اسلام کا رجحان تکثیر اقسام کی طرف مائل رہا، یہان تک کہ بعض علما کے خیال کے مطابق صرف آیۂ سیف نے ایسی تین سو آیتین منسوخ کردی ہین جنھین قرآن مجید نے عفو و درگذر کا حکم دیا تھا،

اس کے بعد جب نسخ کی بکثرت قسمین قرار پا گئین اور اس کی وجہ سے آیات ناسخ و منسوخ کی ایک غیر محدود تعداد ہوگئی تو پھر اس کا ردعمل بھی شروع ہوا، اور جب نسخ کی آیتون مین تقلیل کا خیال پیدا ہوا، تو ان کی تحدید شروع ہوئی، یہان تک کہ ابو مسلم اصفہانی نے قرآن مجید مین نسخ کی کل پانچ آیتین نکالین، اور پھر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی تحقیق سے پورے قرآن مین نسخ کی صرف تین آیتین قرار پائین،

علم نسخ پر تالیفات

یہی وجہ ہے کہ علمائے اسلام کے درمیان علوم قرآن مین سے علم نسخ ہر دور مین خصوصیت سے موضوع بحث رہا، اور اس بحث پر بکثرت کتابین تالیف ہوئین چنانچہ صرف ابن ندیم کے عہد یعنی ۳۷۷ھ تک جن بزرگون کی کتابین اس موضوع پر تالیف ہوچکی تھین وہ حجاج الاعور،

ابو عبید القاسم بن سلام، ابو داؤد سجستانی، مقاتل بن سلیمان، جعفر بن مبشر، ابو اسمٰعیل الزبیدی، ابو سلم الکجی، اسمٰعیل بن ابی زیاد، ابو القاسم الحلاج الزاہد، ابن الکلبی ہشام بن علی بن ہشام، احمد بن حنبل، از بیر بن احمد، عبد الرحمن بن زید، ابو اسحٰق ابراہیم المودب، ابراہیم الحربی، ابو سعید النحوی، الحارث بن عبد الرحمن اور الجعد ہین[1]، اس کے بعد جن ممتاز علما اور جلیل القدر ائمہ نے اس موضوع پر کتابین لکھین، ان مین علامہ ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ علوی متوفی ۴۱۱ھ، ابو سعید عبد القاہر بن طاہر تمیمی متوفی ۴۲۹ھ ابن عربی متوفی ۵۴۳ھ، ابو الحسین منادی، ابو طالب القیسی المقری متوفی ۴۳۷ھ، حافظ منظفر بن خزیمہ الفارسی اور جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ وغیرہ ہین[2]، ان مین سے ابن حزم کی معرفۃ الناسخ والمنسوخ، علوی کی الناسخ والمنسوخ، منظفر بن خزیمہ کی الموجز فی الناسخ والمنسوخ اور ابو جعفر النحاس کی الناسخ والمنسوخ طبع ہوچکی ہین، علاوہ ازین انھین اختلافات کے باعث علم نسخ اصول فقہ کا بھی ایک خاص مسئلہ بن گیا، اور اس تقریب سے اصول فقہ کی تمام کتابون مین اس پر تفصیلی بحث کی گئی،

لیکن حقیقت یہ ہے کہ علما کے درمیان آیات نسخ مین قلت و کثرت تعداد کا جو اختلاف ہے اسکی اصل وجہ نسخ کے معنی مین اختلاف کا پایا جانا ہے، علم نسخ پر جو کتابین لکھی گئین، اور اصول فقہ مین ان کے جو مباحث ہین، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ نسخ کا مفہوم و مصداق مختلف زمانون مین مختلف سمجھا گیا ہے، صحابہ کے زمانہ مین نسخ کے کچھ اور معنی تھے، سلف نے اس کے کچھ اور معنی لئے، اور متاخرین کے درمیان یہ کسی اور معنی مین استعمال ہونے لگا، اور پھر اسی اختلاف مفہوم و مصداق کے نفس نسخ کے متعلق بھی، شدید اختلافات پیدا ہوگئے، اس لئے قرآن مجید کی ناسخ و منسوخ آیتون کے سمجھنے

[1] الفہرست ابن ندیم ص ۳۷، ۳۸، مطبوعہ ۱۸۷۱ء، [2] الاتقان فی علوم القرآن سیوطی ج ۲ ص ۲۰ و کشف الظنون ج ۲ ص ۵۰۱،

اور ان اختلافات کی اصل وجہ معلوم کرنے کے لئے اولاً نسخ کے ان مفہوم و مصداق کو سمجھنا چاہئے جو مختلف دور مین مقرر تھے،

نسخ عہد صحابہ و تابعین مین، اس سلسلہ مین سب سے پہلے صحابہ کرام کا زمانہ آتا ہی، اس دور مین نسخ کے معنون مین نہایت وسعت تھی، اور ہمہ گیری تھی، چنانچہ اس زمانہ مین قرآن مجید کی وہ آیتین بھی ناسخ کہی جاتی تھین، جنھین انسان کے اخلاق و عادات، رسم و رواج، طرزِ کلام، طریقِ معاشرت اور قدیم مذاہب کے مسخ شدہ مسائل کی اصلاح کی گئی تھی، علاوہ ازین اس وقت تک اسلامی علوم و فنون کی تدوین نہین ہوئی تھی کہ مختلف امور کے مختلف حیثیات کو پیش نظر رکھ کر ہر ایک کے لئے علٰحدہ علٰحدہ اصطلاحین وضع ہوئین، اس لئے معنی عام کی تخصیص، مجمل آیات کی تشریح، مطلق کی تقیید، اور کسی حکم کلی سے استثنا کر دینے کو بھی نسخ سے تعبیر کیا جاتا تھا، کیونکہ اس زمانہ مین، عام، خاص، مطلق، مقید، مجمل، مبین، مستثنیٰ، اور مستثنیٰ منہ کی اصطلاحین موجود نہین تھین، اس لئے صحابہ کرام نے ان تمام مطالب کے لئے قرآن مجید کی اسی آیت "ما ننسخ من آیۃ" الآیۃ سے صرف ایک اصطلاح نسخ وضع کر لی تھی، اور صرف یہی اصطلاح ہر موقع پر استعمال کیجاتی تھی، چنانچہ آثار صحابہ اور اقوال تابعین مین ایسی بہ کثرت مثالین ملتی ہین، جنھین ان مختلف مطالب کے لئے صرف لفظ نسخ ہی استعمال کیا گیا ہی، مثلاً سورۂ نور مین ہی،

لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا، — اپنے گھرون کے سوا دوسرے کے گھرون مین بغیر پوچھے اور ان کو سلام علیک کہے بغیر نہ جایا کرو،

حضرت ابن عباس اسکو سورۂ نور کی دوسری آیت سے منسوخ قرار دیتے ہین:-

لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتاً غیر مسکونۃ[1] — غیر آباد مکان مین بے اجازت چلے جانے سے تم پر (کچھ) گناہ نہین

[1] الموافقات فی اصول الاحکام شاطبی متوفی ۷۹۰ھ ج ۳ ص ۷۶،

حالانکہ اس دوسری آیت مین صرف اسی قدر توضیح کی گئی ہو کہ آیت ماسبق مین "بیوت" سے مراد "بیوت مسکونہ" یعنی آباد مکان ہین، اس لئے غیر آباد مکانون مین داخلہ کے لئے اذن و اجازت کی ضرورت نہین، اس لئے یہ دونون آیتین اصطلاحِ مابعد کے رُو سے ناسخ و منسوخ کے بجائے محکم ہین، یعنی دونون اپنی اپنی جگہ نافذ ہین، پہلی آیت مین آباد مکان مین بلا اجازت داخل ہونے کی ممانعت ہی، اور دوسری مین غیر آباد مکان مین بلا اذن داخلہ کی اجازت دیگئی ہی، اور حضرت ابن عباسؓ کا اصل منشا بھی یہی ہی ورنہ اگر ان کے قول کو نسخ کے اس معنی مین لیا جاوے جو متاخرین نے متعین کئے ہین تو پھر گویا پہلی آیت کا حکم منسوخ ہوگیا، حالانکہ غیر کے مکان مین بلا اجازت داخلے کی اجازت اس آیت کے بعد حاصل نہین ہوئی، اور اس کو حضرت ابن عباسؓ بخوبی جانتے ہین،

اسی طرح قرآن مجید مین مدخولہ عورت کے متعلق جو آیت ہی، وہ حضرت قتادہؒ کے قول کے مطابق منسوخ ہے، اور اس کی ناسخ وہ آیت ہی جس مین غیر مدخولہ عورت کے لئے جداگانہ حکم آیا ہی[1] حالانکہ متاخرین کی اصطلاح مین یہ نسخ نہین تخصیص ہے، اور خود حضرت قتادہؒ کے نزدیک بھی دونون آیتون کے احکام نافذ ہین، اور اسی قسم کی بہ کثرت آیتین ہین، جنھین صحابہ و تابعین نے اپنے مفہوم کو ظاہر کرتے ہوئے منسوخ بتایا ہی، باوجودیکہ ان کے نزدیک بھی وہ سب آیتین نافذ تھین، صرف ان دونون آیتون مین تعمیم، تخصیص، اطلاق، تقیید اور استثنا وغیرہ کا باہم فرق تھا،

نسخ ائمہ سلف کے زمانہ مین، اس کے بعد جب اسلام مین علم حدیث، فقہ، اصول حدیث اور اصول فقہ کی تدوین ہوئی، اور مختلف مطالب کیلئے مختلف اصطلاحین وضع کی گئین، تو نسخ کے مفہوم و مصداق کا دوسرا دور شروع ہوا، جسمین نسخ کے عمومی معنی مین

[1] الموافقات فی اصول الاحکام شاطبی متوفی ۷۹۰ھ ج ۳ ص ۶۸،

کسی قدر تحدید ہو گئی چنانچہ اس دور مین اصولی طور پر یہ قرار پایا،

فاما کان یحتمل المجمل والمفسر والعموم والخصوص فعن النسخ بمعزل[1]

لیکن جو آیتین مجمل، مفسر اور عموم و خصوص کا احتمال رکھتی ہین وہ نسخ سے الگ ہین،

لیکن ابھی اس دور مین نسخ کے مفہوم مین دعوت اصلاح و اخلاق وغیرہ کی وہ آیتین شامل رہین، جنہین عربون کے عادات و خصائل، مراسم جاہلیت اور قدیم مذاہب کے مسخ شدہ مسائل مین اصلاح و ترمیم کی گئی تھی، چنانچہ اس عہد کے علمائے نسخ ابو جعفر نحاس متوفی ۳۳۸ھ وغیرہ کی کتابون مین اس قسم کی آیتین بھی ناسخ و منسوخ کے تحت نظر آتی ہین، جنہین عرب کے قدیم عادات و خصائل اور طرزِ معاشرت وغیرہ کے متعلق احکام آئے ہین،

فعل مباح کی حرمت پر نسخ کا اطلاق

مثلاً سورہ بقرہ کی ایک آیت ہے، جس مین صرف ایک فعل مباح کی حرمت نازل ہوئی ہے،

ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد،

جب تم لوگ مسجد مین معتکف ہو تو عورتون سے مباشرت نہ کرو،

ضحاک اور مجاہد وغیرہ کی روایت کے مطابق اس آیت کے نزول سے پہلے حالت اعتکاف مین بھی مباشرت جائز تھی، اسی کی اس مین ممانعت صادر ہوئی، لیکن باوجودیکہ اس مین قرآن کا کوئی حکم منسوخ نہین ہوا ہے، مگر پھر بھی امام شافعی فرماتے ہین:۔

فدل ان المباشرة قبل نزول الآية كانت مباحة في الاعتكاف حتى نسخت بالنهي عنه[2]

اس سے ثابت ہوا کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے حالتِ اعتکاف مین مباشرت مباح تھی یہانتک کہ اس آیت کے نزول سے وہ اباحت منسوخ ہوگئی،

[1] کتاب الناسخ والمنسوخ ابو جعفر نحاس متوفی ۳۳۸ھ ص ۵ مطبوعہ ۱۳۲۳ھ [2] ایضاً ص ۲۳،

حالانکہ اس آیت مین کسی قدیم حکم کی تنسیخ کے بجائے محض ایک فعل مباح کے ارتفاع کا حکم آیا ہے، لیکن امام شافعی نے اس ارتفاع کو بھی نسخ پر محمول فرمایا،

اسی طرح ابتدائے اسلام مین صحابہ کرام اثنائے نماز مین بھی بات چیت کر لیتے تھے جس کی بعد مین ممانعت آگئی، چنانچہ حضرت زید بن ارقم فرماتے ہین:۔

"رسول اللہ صلعم کے زمانہ مین ہم لوگ اپنی ضرورتون کے لئے نماز کے اندر بات چیت کرتے تھے، یہان تک کہ آیت قوموا للہ قانتین نازل ہوئی، اور اس کے بعد رسول اللہ صلعم نے اس کی ممانعت فرما دی"

ابو جعفر نحاس نے اسی حدیث کے رو سے اس آیت قوموا للہ قانتین کو ناسخ قرار دیا ہے[1]، حالانکہ قرآن کی کوئی آیت اس سے منسوخ نہین ہوئی، مگر پھر بھی یہ آیات نسخ مین داخل ہین،

اسی طرح آیت قولوا انظرنا ولا تقولوا راعنا الآیۃ مین صحابہ کو طرزِ کلام کی تعلیم دی گئی ہے، جو اپنی جگہ ایک مستقل حکم ہے، اس سے کسی پہلے حکم کی تنسیخ نہین ہوئی لیکن یہ بھی ناسخ و منسوخ مین سمجھی گئی، اور اس مین ایسے شی کی تنسیخ ہوئی ہے جو پہلے مباح تھی[2]"

شریعت یہود سے مختلف احکام کے نزول پر نسخ کا اطلاق

اسی طرح اس دور مین ایسی آیتین بھی ناسخ و منسوخ سمجھی گئین جنہین کسی ایسے حکم کا ارتفاع کیا گیا ہے، جو شریعت یہود مین نافذ تھا اور عربون نے تقلیداً اس کو اختیار کر لیا تھا، چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ آیت یسئلونک عن المحیض کے متعلق فرماتے ہین:۔

"یہود حائضہ عورتون کو گھر کے کام کاج سے الگ تھلگ رکھتے تھے، اور انکے ساتھ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، اور ہر قسم کے میل جول سے پرہیز کرتے تھے، یہودیون

[1] الناسخ والمنسوخ ابو جعفر ص ۱۶، [2] ایضاً ص ۲۴،

کی تقلید سے عربون مین بھی یہی طریقہ رواج پاگیا تھا، یہان تک کہ ویسئلونک عن المحیض الآیۃ کے عنوان سے پیغام ربانی آیا، اور آنحضرت صلعم نے صحابۂ کرام سے فرمایا، عورتون سے ان ایام مین خورد و نوش اور دوسرے معاشرتی تعلقات برقرار رکھے جائین، صرف اس آیت مین جس چیز کی ممانعت ہے، اس سے احتراز کیا جائے" اس پر یہود نے اعتراض کیا کہ "محمد (صلعم) ہماری تمام باتون کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے ہین"

یہ روایت مختلف طریقون سے کتب صحاح مین موجود ہے، ابوجعفر نحاس نے اس کو اپنی کتاب مین نقل کیا ہے، اور ان کے مفہوم نسخ کے مطابق یہ آیت اسی حدیث کے رو سے آیت نسخ مین شمار ہوئی ہے[1]، باوجودیکہ اس مین کسی اسلامی حکم کی تنسیخ کے بجائے صرف طریقہ یہود کی تقلید کی ممانعت کی گئی ہے،

ایام جاہلیت کے رواج کے مٹانے پر نسخ کا اطلاق

اسی طرح ایسی آیتین بھی اس دور مین ناسخ و منسوخ قرار پائی ہین، جنمین ایام جاہلیت کے کسی رواج کو روکا گیا ہے، مثلاً جاہلیت کے زمانہ مین طلاق کوئی تعیین و تحدید نہین تھی، جب چاہتے طلاق دیتے اور جب چاہتے، رجعت کر لیتے اور عورت مراجعت قبول کرنے پر مجبور ہوتی، ابتداءً اسلام مین بھی اسی طریقہ پر عمل درآمد رہا، یہان تک کہ الطلاق مرتان الآیہ کے نص کے ساتھ طلاق کے متعلق اسلام کا ایک جدید حکم آیا، جس سے خود اسلام کے کسی پہلے حکم کی تنسیخ نہین ہوئی ہے، لیکن اس دور مین ائمۂ اسلام نے اپنے مفہوم نسخ کے مطابق اس کو بھی آیت نسخ سے تعبیر فرمایا، چنانچہ قتادہ کہتے ہین :-

قولہ الطلاق مرتان، فنسخ ھذا	یعنی آیت الطلاق مرتان نے قبل کے دستور کی تنسیخ
ماکان قبل فجعل اللہ حد الطلاق ثلاثا	کر دی، اور اب اللہ تعالیٰ نے طلاق کو تین طلاقون

لہ الناسخ والمنسوخ ابوجعفر ص ۵۹، ٢ہ ایضاً ص ۶۷؛

وجعل لہ الرجعۃ مالم یطلق ثلاثا	مین محدود کر دیا، اور جب تک تین طلاقین پڑ نہ جائین
	اس وقت تک کے لئے رجعت کی مدت مقرر کر دی،

متاخرین کے دور مین نسخ کا مفہوم

علمائے سلف کے اس دور کے بعد نسخ کے مفہوم و مصداق کی تیسری منزل آتی ہے، اور یہی اس کے لئے نہایت پر پیچ و خم ہے، اس مین اسکو منطقی اصطلاحات، فلسفیانہ نکات اور متکلمانہ استدلالات سے سابقہ پڑا، چنانچہ سب سے پہلے اس کو منطقیانہ اصطلاحی تعریف مین پابند کرنے کی کوشش کی گئی، اور اسی سلسلہ مین مختلف اصطلاحی تعریفین کی گئین، اور وہ منطقیانہ موشگافیون سے رد کی گئین، یہان تک کہ ترمیم و اصلاح کے مختلف مرحلون کے بعد ایک جامع تعریف متعین کی گئی جو بظاہر جامع و مانع سمجھی گئی، چنانچہ متاخرین کے دور مین نسخ کا مفہوم حسب ذیل الفاظ مین ادا کیا گیا،

انہ الخطاب الدال علی ارتفاع	یعنی وہ ایک ایسا خطاب ہے جو اس حکم کے ارتفاع پر
الحکم الثابت بالخطاب المتقدم علی وجہ	دلالت کرتا ہے، جو پہلے خطاب سے ثابت ہے، اور یہ ارتفاع
لولاہ لکان ثابتا بہ مع تراخیہ عنہ[1]	اس طرح ہوتا ہے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو وہ حکم باقی رہتا
	اور یہ خطاب ثانی، خطاب اول کے بعد واقع ہوا ہو،

نسخ کی یہ اصطلاحی تعریف قاضی ابوبکر کی مقرر کی ہوئی ہے، امام غزالی وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، اور تقریباً تمام علمائے متاخرین اسی پر متفق ہین، لیکن یہ جامع و مانع تعریف بھی علامہ آمدی متوفی ۶۳۱ھ کی نکتہ رس نگاہون مین وقعت نہ پاسکی، اور اگرچہ خود انھون نے اس کو مختلف مطاعن و اعتراضات سے محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن پھر بھی انھون نے اپنے نقطۂ نظر سے نسخ کی تعریف دوسرے الفاظ مین پیش کرنا زیادہ موزون خیال کیا، اور اس کے متعلق ارشاد فرمایا :-

فالمختار فی تحدیدہ ان یقال :-	اور اس کی تعریف و تحدید مین زیادہ بہتر ہے کہ یہ

لہ الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار حازمی متوفی ۵۸۴ھ، ص ۶ مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۱۹ھ؛

(النسخ عبارۃ عن خطاب الشارع المانع من استمرار ما ثبت من حکم خطاب شرعی سابق) کہا جائے کہ "نسخ سے مراد وہ خطاب ہی جو اس حکم کو ہمیشہ قایم رکھنے سے مانع ہی جو پہلے شرعی خطاب سے ثابت ہی"

پھر علماے متاخرین نے نسخ کو ان چند الفاظ مین محدود کرنے کے بعد، اس کے وجود و عدم کے مواقع کے شرائط پر نہایت دقیق نگاہ ڈالی، اور ان کے متعلق ایسی چند شرطین قرار پائین جن پر تقریباً تمام متاخرین کا عام اتفاق ہے، چنانچہ ان مین کی چند مشہور شرطین یہ ہین کہ اولاً حکم منسوخ حکم شرعی ہو، دوئم ارتفاع حکم کی دلیل بھی شرعی ہو، سوئم ارتفاع حکم کی دلیل منسوخ کے بعد کی ہو، اور چہارم یہ کہ حکم منسوخ کسی وقت معین تک محدود نہ ہو، وغیرہ،

متاخرین کے نسخ کی اس تعریف اور ان شرائط سے ایسی تمام آیتین سلسلۂ نسخ سے خارج ہو گئین، جنکی مثالین اوپر گذر چکی ہین، یعنی جنمین مراسم جاہلیت، معاشرتی آداب، اور مذاہب قدیمہ کے جزوی مسائل کے اصلاح و ابطال کے احکام نازل ہوئے ہین، کیونکہ نسخ کی اس تعریف اور ان شرائط کے روسے منسوخ ایک ایسا حکم شرعی قرار پایا جس کو نسخ فی القرآن مین کسی آیت قرآنی نے اپنی کسی آیت قرآنی کے حکم کو باطل کر دیا ہو،

غرض مختلف دورمین نسخ کے بھی مختلف مفہوم و مصداق رہے، اور انھین کا یہ نتیجہ ہوا کہ کبھی قرآن مجید کی بہت سی آیتین ناسخ و منسوخ کے تحت مین سمجھی گئین، اور کبھی صرف چند آیتون پر ناسخ و منسوخ کا اطلاق کیا گیا، اور اسی کے ساتھ کبھی یہ بھی ہوا کہ اگرچہ علما کی ایک کثیر تعداد نسخ کو کسی خاص مفہوم مین سمجھتی رہی، لیکن بعض علما اسی دور مین ایسے بھی رہے، جنھون نے اس جماعت کے مفہوم سے جداگانہ کوئی دوسرا مفہوم لیا، اور اپنے نقطۂ نظر سے نسخ کے معنی سمجھے اور اسی لحاظ سے آیات نسخ کی تعیین و تحدید کی، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نسخ فی القرآن کے مفہوم کا اجمالی ذکر

[1] الاحکام فی اصول الاحکام علامہ آمدی متوفی سنہ ۶۳۱ھ ج ۳ ص ۱۵۵ مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۳۲ھ،

کرتے ہوئے، آیات نسخ کی تعداد کے متعلق الفوز الکبیر مین ارشاد فرماتے ہین :-

"آنچہ از استقراء کلام صحابہ و تابعین معلوم می شود آن است کہ ایشان نسخ را استعمال میکردند بازاء معنی لغوی کہ ازالہ چیزے است بہ چیزے نہ بازاء مصطلح اصولیان، پس معنی نسخ نزدیک ایشان ازالہ بعض اوصاف آیتی است بآیت دیگر، خواہ انتہاے مدت عمل باشد یا صرف کلام از معنی متبادر بغیر متبادر، یا بیان اتفاقی بودن قیدی یا تخصیص عامی یا بیان فارق درمیان منصوص وانچہ مقیس بہ آن ست ظاہرا یا ازالہ عادت جاہلیت یا شریعت سابقہ، باب نسخ نزدیک ایشان باب واسع آمد و عقل را در آن جا جولانی شد و اختلاف را گنجایش، ولہذا عدد آیات منسوخہ بپانصد رسانیدہ اند و اگر نیک بنگانی غیر محصور است اما انچہ باصطلاح متاخرین منسوخ است عدد قلیل بیش نیست لا سیما بحسب توجیہی کہ ما اختیار کردہ ایم شیخ جلال الدین سیوطی در اتقان، بعد از آنکہ از بعض علما انچہ مذکور شد بہ بسط لایق تحریر نمودہ، وانچہ برائے متاخرین منسوخ است بروفق شیخ ابن عربی محرر کردہ قریب بست آیت شمردہ" (الفوز الکبیر مطبوعہ کلکتہ ص ۳۹)

(باقی)

ابن رشد

مشہور مسلمان اندلسی حکیم جو مسلمانون مین ارسطو کے فلسفہ کا بہترین شارح سمجھا جاتا ہی، اور جس کی تصنیفات مدتون تک یورپ کی یونیورسٹیون مین پڑھائی جاتی تھین، سوانح اور اس کے فلسفہ پر تبصرہ اور اسی ضمن مین مسلمانون کے علم کلام و فلسفہ پر بھی ریویو، اور یورپ مین اسلامی علوم کی اشاعت کی تاریخ اور فلسفۂ جدیدہ و قدیمہ کا موازنہ بھی آگیا ہی، ابن رشد کے متعلق اتنا بڑا ذخیرہ معلومات کسی شرقی زبان مین کیا کسی مغربی زبان مین بھی نہین مل سکتا، ضخامت ۴۰۰ صفحے، قیمت ؏ "منیجر"

خاقانی و قاآنی

از

مولوی عبد الغنی صاحب ایم اے، پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی،

شاعرانہ فخر و مباہات

اکثر شعراء زور طبیعت دکھانے کے لئے اساتذۂ سلف کے رنگ مین کہتے ہین یا مشہور قصیدون غزلون اور قطعون وغیرہ کا جواب لکھتے ہین، اردو مین اکثر شاعر غالب و میر کے رنگ مین طبع آزمائی کیا کرتے ہین، مگر حفظ مراتب کا دامن کبھی ہاتھ سے نہین دیتے یہ یا تو تقلید ہوتی ہو یا منہ چڑھانا تقلید تو کوئی بری چیز نہین، البتہ منہ چڑھانا ضرور عیب مین داخل ہی؛

ظہیر الدین فاریابی

ظہیر الدین فاریابی کے مشہور قصیدون کا جواب متاخرین نے لکھا ہی اور بہت زور طبع دکھایا ہی، اس سلسلہ مین شاعرانہ فخر و مباہات کا بھی اظہار کیا ہی، مگر بعض تو بیطرح اس فخریہ نشہ کی بدمستیون کے مرتکب ہوئے ہین، جس کو اہل علم نے ہمیشہ ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہی، ظہیر کا ایک قصیدہ ہی جسکا مطلع یہ ہی:-

شرح غم تو لذت شادی بجان دہد | ذکر لب تو طعم (لذت) شکر در دہان دہد

"تیرے عشق کے بیان سے روح کو مسرت ہوتی ہی، اور تیرے ہونٹون کے تذکرہ سے منہ مین شکر کا مزہ آتا ہی"

کمال اسمٰعیل کا فخریہ اظہار

کمال اسمٰعیل نے اس کا جو جواب لکھا ہی، اس کے آخر مین کہا ہی،

روح ظہیر اگر شنود این قصیدہ را | صد بار پیش بوسہ مرا بر دہان دہد

ظہیر کی روح اگر اس قصیدہ کو سنے | سیکڑون بار میرا منہ چومے،

اس قسم کے فخریہ اظہار کو اہل کمال نے شاعرانہ غلو کے حدود مین جائز رکھا ہی،

امیر خسرو کا فخریہ جوش اور شیخ نظام الدین گنجوی

امیر خسرو کے متعلق مشہور ہی کہ جوش جوانی مین اکثر اساتذہ کی شان مین گستاخی کر بیٹھتے تھے، چنانچہ جب انھون نے حضرت شیخ نظام الدین گنجوی کی کتاب مخزن الاسرار کے جواب مین مطلع الانوار لکھی، اور اس کتاب کی نظم کا سبب بیان کرتے ہوئے یہ شعر کہا،

کوکبۂ خسرویم شد بلند | زلزلہ در گور نظامی فگند

"میری شہنشاہی کا ستارہ بلند ہوا | نظامی کی قبر مین زلزلہ پڑگیا"

تو غیب سے ایک تلوار نکلکر اُن کی طرف بڑھی، امیر خسرو نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا نام لیا، فوراً ایک ہاتھ نمودار ہوا، اور اس نے تلوار کے سامنے آستین کر دی، تلوار آستین کاٹتی ہوئی ایک بیری کے درخت پر جا لگی؛[1] واقعہ صحیح ہو یا غلط لیکن اس سے کم از کم لوگون کے ان جذبات کا پتہ لگتا ہی، جو اس شعر کے سننے سے پیدا ہوئے، تاریخی شہادت اس واقعہ کی تصدیق نہین کرتی، کیونکہ امیر نے جب ۶۹۸ھ مین مطلع الانوار لکھی،[2] اس وقت وہ ۴۸ برس کے ہو چکے تھے اور شباب کا زمانہ ختم ہو چکا تھا، شباب کے زمانہ کی تصنیف غرۃ الکمال ہی، اس کے دیباچہ مین صاف لکھتے ہین کہ مین مثنوی مین نظامی کا مقلد ہون، اسی زمانہ مین قرآن السعدین تصنیف ہوئی جس کے آخر مین لکھتے ہین:-

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد دوم ص۴۰۳ مطبوعہ نولکشور پریس ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء،

[2] خاتمہ کتاب مین لکھتے ہین:-

سال کہ از چرخ کہن گشت بود | از پس شش صد و نود و ہشت بود

صبح کہ خورشید جنابش نوشت | مطلع الانوار خطابش نوشت،

۶۹۸ھ تھا جبکہ مطلع الانوار لکھی گئی،

نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر　　　　وز درِ او سربسر آفاق پُر،

"نظامی کی نظم لطافت مین موتی کے مانند ہی، اور ان کے ان موتیون سے دنیا بھری ہوئی ہی، یعنی ان کے کلام کی دنیا مین قدر ہی"

پختہ ازو شد چو معانی تمام　　　　خام بود پختن سودائے خام

"جب انھون نے سب کچھ کہدیا، اب میرا لکھنا بیکار محض ہی"

بگذر ازین خانہ کہ جائے تو نیست　　　　وین رہِ باریک بہ پائے تو نیست

"اس مقام سے الگ رہ کہ یہ تیری جگہ نہین ہی، اور یہ باریک راستہ تیرے چلنے کے قابل نہین ہی، یعنی نظم کے خیال کو ترک کر کیونکہ تو ان کا مردِ مقابل نہین ہی"

مثنوی او راست ثنائے بگو　　　　بشنوش از دور دعائے بگو

"مثنوی اسی (نظامی) کا حق ہی، اس کی تعریف کر، اس کو سن اور اس کے حق مین دعا کر"

حقیقتِ حال یہ ہی کہ یہ محض شاعرانہ فخریہ جوش کی بدمستی تھی، جس نے امیر کی زبان سے ایسا شعر کہلوایا، اس طرح کے تفاخر کو عموماً مذموم سمجھا گیا ہی، اور شعر و سخن کی ادبی دنیا مین اسکو گستاخی پر محمول کیا گیا ہی،

خاقانی کے مقابلہ مین قاآنی کی شاعرانہ تعلّی فارسی مین کل اساتذہ خاقانی[1] کو خلّاقِ معانی اور استاد تسلیم کرتے چلے آئے مین، اس کی تقلید بھی کی ہی، اور اس کے قصائد کے جواب بھی لکھے ہین قاآنی بھی اس سے مستثنیٰ نہین، اس نے بھی اورون کی طرح تقلید بھی کی ہی، اور خاقانی کے جواب مین خوب زورِ طبع بھی دکھایا ہی، اس کے ساتھ ہی اپنے کمالِ شاعری کے نشہ کی بدمستیون کا اظہار بھی نہایت بیباکی سے کیا ہی، چنانچہ حسن علی مرزا شجاع السلطنت کی مدح مین اس کا ایک

[1] حکیم افضل الدین خاقانی شروانی،

قصیدہ[1] ہی جسکا مطلع یہ ہی:-

بدا بحالتِ آن مجرمے کہ روزِ حساب　　　　بقدرِ یکشبِ ہجرِ تواش کنند عذاب

اس مجرم کا کیا ہی برا حال ہوگا کہ جسپر قیامت کے دن تیرے ہجر کی ایک رات کے برابر عذاب کرین،

اس کے آخری حصہ مین قاآنی نے خاقانی پر اپنی فضیلت و برتری جتائی ہی، اور مسلسل ۷ شعرون مین یہی بحث کی ہی جسمین ذاتیات اور رکاکت بہت ہی، کہتا ہی:-

سزد کہ فخر کنم بر امام خاقانی　　　　ہمین ز تربیت اے خدیوِ عرش جناب

"زیبا ہی کہ مین امام خاقانی پر اپنا فخر جتاؤن، تیری تربیت کی برکت سے اے شاہ عالی جناب"

بچند باب مرا برتری مسلّم ازو　　　　بشرط آنکہ ز انصاف دم زنند احباب

"چند وجوہ سے مجھکو اس پر افضیلت حاصل ہی، بشرطیکہ احباب انصاف کرین"

چو سوئے نظم مجرّد نظر کنی بینی　　　　کہ نظمِ من زرِ پاکست و نظمِ او قلاب

"اگر تو صرف نظم کو پرکھے تو تو دیکھے گا کہ میری نظم خالص سونا ہی اور اس کی نظم کھوٹی ہی"

قاآنی کا احساسِ حق، لیکن یہ شاعرانہ فخریہ جوش کی اسی بے اعتدالی کا ایک نہایت ہی مذموم نمونہ ہے، جس کو ہم اوپر دکھا چکے ہین، باوجود ایسی فخریہ بدمستی کے خاقانی کو وہ امام کے لقب سے یاد کرتا ہی اور دیکھنا! جب اپنے اس جوش کو ظاہر کر چکتا ہی، تو آخر مین اپنی اس بدمستی کا احساس کرتا ہی، اور اس پر متنبہ ہو کر کہتا ہی:-

زبان ز گفتہ بیجا بہ بند قاآنی　　　　کہ خودستائی دور است از طریقِ ثواب

"قاآنی! اس بیجا گفتگو سے اپنی زبان بند کر اس لئے کہ اپنے منہ میان مٹھو بننا اچھا طریقہ نہین ہی"

جہان کہین بھی قاآنی نے خاقانی سے افضل و برتر ہونے کا دعویٰ کیا ہی، اور اپنی خودستائی کی ہی، وہ محض فخریہ جوش اور ایک شاعرانہ تعلّی ہے، جس کے اظہار کا انداز بے باکانہ اور مستانہ ہوتا ہے

[1] دیوان قاآنی،

ایک دوسرے قصیدہ[1] مین جو شجاع السلطنت کی مدح مین ہی فخریہ اپنے کو خاقانی ثانی ظاہر کرتا ہی، اور دیکھنا کس جوش کے ساتھ کہتا ہی:-

شاہا بہ قاآنی نگر خاقانی ثانی نگر نی روح خاقانی نگر اینک بگفتار آمدہ

اے شاہ! قاآنی کی طرف دیکھ، خاقانی ثانی کو دیکھ، نہین نہین خاقانی کی روح کو دیکھ جواب بول رہی ہی:

خاقانی کی خصوصیات شاعری قبل اس کے کہ ہم دونون کے کلام مین موازنہ کرین ضروری ہی کہ جس طرح قاآنی کی خصوصیات شاعری سے ہم واقف ہین خاقانی کی خصوصیات شاعری سے بھی آگاہ ہو جائین، اس کا لحاظ رہے کہ خاقانی[2] قاآنی[3] سے تقریباً سات صدی پیشتر گذرا ہی، اس کے کلام مین الفاظ کی شوکت اور جزالت خیالات مین جدت اور دقت پسندی بہت ہی، تخئیل کی پختگی، زور طبع اور بلند خیالی، پیچیدہ تشبیہین اور ترکیبین اس کی عام خصوصیات مین سے ہین، علوم و فنون کی اصطلاحین، علمی تلمیحین اور مذہبی کنایے وہ کثرت سے استعمال کرتا ہی جس سے اس کا کلام عام فہم نہین رہتا، واقعہ نگاری مین بھی اس کا پایہ بہت بلند ہی،

خاقانی کی واقعہ نگاری چنانچہ اس سلسلہ مین ہم پہلے اسکی واقعہ نگاری کو دکھاتے ہین، خاقانی اکبر تبہ حج کرنے جا رہا تھا، راستہ مین مدائن سے گذرا اور طاق کسریٰ کی ٹوٹی پھوٹی حالت دیکھکر بہت متاثر ہوا، ایک قصیدہ لکھا جو اسی درد و اثر مین ڈوبا ہوا ہی اور اسمین واقعہ نگاری کے علاوہ تخئیل کی مینا کاری بھی کی گئی ہی، چند اشعار ملاحظہ ہون:-

[1] دیوان قاآنی صفحہ ۳۲۱، [2] خاقانی کا سنہ پیدایش ۵۰۰ھ مطابق ۱۱۰۶ء ہے، اور سنہ وفات ۵۹۰ھ ہے، (حبیب السیر) یا ۵۹۵ھ مطابق ۹۹-۱۱۹۸ء ہے، (ایران شہر جلد سوم شمارہ ۵، ۱۱، صفحہ ۷۸۳، ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء) یا ۵۸۲ھ ہے، (تذکرہ دولت شاہ)

[3] قاآنی کا سنہ پیدایش ۱۲۲۳ھ ہی اور سنہ وفات ۱۲۷۰ھ،

ہان اے دل عبرت از دیدہ نظر کن ہان ایوان مدائن را آئینۂ عبرت دان،

اے نصیحت حاصل کرنے والے دل ذرا آنکھ کھول اور دیکھ کہ مدائن کا ایوان عبرت کا آئینہ ہی،

یک رہ ز لب دجلہ منزل بمدائن کن از دیدہ، دوم دجلہ، بر خاک مدائن ران

"ایکبار تو دجلہ کے کنارے سے آکر مدائن مین ٹھہر اور آنکھ سے مدائن کی تباہی پر دوسرے دجلہ کا دریا بہا"

خود دجلہ چنان گرید صد دجلۂ خون گوئی کز گرمی خونابش، آتش چکد از مژگان

"خود دجلہ مدائن کی تباہی پر اس طرح روتا ہی، گویا خون کے سیکڑون دجلہ بہاتا ہی، اور اس کے خونین آنسوؤن کی گرمی کے سبب پلکون سے آگ نکل رہی ہی"

تا سلسلۂ ایوان بگسست مدائن را در سلسلہ شد دجلہ، چون سلسلہ شد پیچان

"جب سے ایوانون کی تباہی نے مدائن کو برباد کر دیا دجلہ بھی پریشان ہو کر زنجیر کی طرح پیچ و تاب مین آگیا"

گوید کہ تو از خاکی، ما خاک تو ایم اکنون گامے دو سہ بر ما نہ و اشکے دو سہ ہم بفشان

"مدائن کا ہر قصر کہتا ہی، کہ تو خاک سے ہی، اور اب مین تیرے پاؤن کی خاک ہون دو ایک قدم ہمارے اوپر رکھو اور دو ایک آنسو بھی ہم پر بہا،

از نوحۂ جغد، الحق مائیم بہ درد سر از دیدہ گلابی کن، درد سر ما بہ نشان

"سچ تو یہ ہی کہ الوؤن کے نوحہ سے ہم درد سر مین مبتلا ہین، آنکھون کا ساغر بنا، اور اس سے ہمارا درد سر دور کر"

ما بارگہ دادیم، این رفت ستم بر ما بر قصر ستمگاران، آیا چہ رود خذلان

"ہم ایوان انصاف تھے ہمارا تو یہ حال ہوا، ظالمون کے محلون کا معلوم کیا حال ہوا ہوگا"

بر دیدۂ من خندی کاینجا زچہ میگرید　　　گریند بر آن دیدہ کاینجا نشود گریان

"تو میری آنکھ پر ہنستا ہو کہ یہان کیون روتی ہی، لوگ اس آنکھ پر روتے ہین، جو یہان اشکبار نہ ہو"

این ہست ہمان درگہ کو را ز شہان بودے　　　دیلم ملک بابل، ہندو شہ ترکستان

یہ وہی قصر ہی، جس کے پاسبان شاہانِ بابل اور شاہانِ ترکستان ایسے بادشاہ تھے،

این ہست ہمان ایوان، کز نقشِ رخِ مردم　　　خاکِ در او بودے، دیوار نگارستان

یہ وہی قصر ہو، جس کی مخلوق کے مرقع سے دیوار نگارستان چین اس کے دروازہ کی خاک تھی،

کسریٰ و ترنجِ زر پرویز و ترہ زرین　　　بر باد شدہ یکسر با خاک شدہ یکسان

کسریٰ اور سونے کا ترنج پرویز اور سونے کا باغ سب برباد گئے، اور خاک کے برابر ہو گئے،

قاآنی کی یہی واقعہ نگاری آپ دیکھ چکے ہین، خاقانی کے بھی اس متذکرۂ بالا نمونہ کو دیکھیے اور دونون کا موازنہ کیجئے، پڑھنے والے کے دل پر جو درد و اثر اور جو کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور مدائن کے خرابہ کی پوری تصویر جس طرح پیش نظر ہو جاتی ہو وہ تو ایک طرف دیکھنے کی بات یہ ہی کہ زبان بھی اتنی سلیس اور صاف ہو کہ بالکل آج کی معلوم ہوتی ہی، اور قاآنی بھی باوجود زبان پر غیر معمولی قدرت رکھنے کی اس تک نہین پہونچا،

ذیل مین نمونہ کے طور پر خاقانی اور قاآنی کے قصائد مین سے چند اشعار ہم ردیف اور ہم قافیہ موازنہ کی غرض سے درج کیے جاتے ہین،	خاقانی اور قاآنی کے ہم ردیف اور ہم قافیہ چند اشعار

خاقانی[1]،

[1] کلیات خاقانی، جلد اول، ص ۳۶۹ ، مطبوعہ نولکشور پریس، لکھنؤ سنہ ۱۹۰۶ء

(۱)　صبح اسپ گلگون تاختہ، شمشیرِ بران آختہ
بر شب شبیخون ساختہ خونش بعمدا ریختہ

"صبح نے سرخ رنگ کا گھوڑا سرپٹ اڑایا اور شفق کی تیز تلوار کھینچکر رات کے اوپر شبخون مارا او اس کو جان بوجھکر قتل کیا، مطلب یہ کہ صبح ہوئی"

(۲)　کیمخت سبز آسمان دارد ادیم بے کران،
(ستارے)
خونِ شب است آن بیگمان بر طاقِ خضرا ریختہ

سطح آسمان جس کی وسعت کی انتہا نہین، اس کے کنارون پر جو سرخی ہے، وہ رات کا خون ہے جو ایک سبز طاق پر گرایا گیا ہی، شاعر نے صبح کے بیان مین قصیدے کو شروع کر کے مختلف طریقون سے صبح کو بیان کر کے اپنی شاعری کا کمال دکھایا ہی، آسمان کو سبز کیمخت اس لئے کہا گیا کہ ستارون کی وجہ سے دندانہ دار (کھرکھرا) دکھائی دیتا ہی، مقصد یہ ہی کہ صبح کے وقت سطحِ فلک پر جو سرخی پیدا ہوئی ہی وہ رات کا خون ہے،

(۳)　صبح آمدہ زرین سلب نوروزِ نو را ہان بطلب
(لباس)
زہرہ تنگاف افتادہ شب و ز زہرہ صفرا ریختہ؛
(عاجز)

نوروز کے دن کی تلاش مین صبح سنہری لباس پہنکر آئی تاکہ دنیا کو بہار کے آمد کی خوشخبری سنادے، جب رات نے یہ حال دیکھا اس کا پتہ پھٹ گیا، اور اسی سے صفرا بہ گیا، نتیجہ یہ کہ نوروز کے ایام مین دن بڑا ہوتا ہی، اور رات چھوٹی، یعنی جلدی صبح ہو گئی،

(۴)　زرع از شبستانِ حرم، میوہ ز بستانِ ارم
(کشت)
گردد زلیستانِ کرم، شیرِ مصفا ریختہ
(میٹھے)

حرم کے شبستان کی کھیتی اور ارم کے باغ کے میوہ نے بخشش کی بارش سے دودھ لیا صاف

شیرہ بہادیا،

(۵) مرغ صراحی کندہ پر بر داشتہ یک نیمہ سر (بے پر، ڈھکنا)

درنیم منقار دگر یاقوتِ حمرا ریختہ (دہن صراحی)

شراب کی صراحی سے جو مرغ بے پر کی صورت ہی آدھا ڈھکنا اٹھا لیا گیا اور صراحی کے دہن سے جو منقار نما ہی، سرخی شراب نکل رہی ہی،

(۶) باز از تفِ زرین صدف آب شد آب دریا ریختہ (آفتاب)

ابر نہنگ آسا ز کف لولو لالا ریختہ (بوندین)

سنہری آفتاب کی گرمی سے برف پگھل رہی ہی، اور ابر جو گھڑیال کے مانند ہی، موتی ایسا پانی برسا رہا ہے،

(۷) چون یوسف از دلو آمدہ در حوت چون یونس شدہ (آفتاب)

از حوت دندان بستہ رہ بر خاک عنبرا ریختہ (برف)

آفتاب دلو کے برج سے حضرت یوسف ع کے مانند باہر نکل آیا ہی، اور حضرت یونس ع کے مثل برج حوت (شکم ماہی) مین چلا گیا ہی، جس کی وجہ سے ساری زمین پر برف پڑی ہوئی ہی، اور سردی کی وجہ سے دانت بھنچ گئے ہین،

(۸) تا خسرو شروان بود چہ جای نوشیروان بود

چون ارسلان سلطان بود گو آب بغرا ریختہ

جب تک خاقان اعظم شاہ اخستان منوچہر شروان شاہ زندہ ہی نوشیروان کیا ہی جب میرا ممدوح سلطان ارسلان کے مانند ہے، جو بغرا کے ایسے ظالم بادشاہون کا خاتمہ کر دیتا ہی،

(۹) از تیغ نور افزای تو وز رخش صور آوای تو — بر گرز طور آسای تو، نور تجلا ریختہ،

تیری نور افشان تلوار سے اور تیرے گھوڑے کی صور ایسی آواز سے تیرے پہاڑ ایسے گرز پر تجلی کا نور سایہ فگن ہی،

قاآنی[1]،

(۱) صبح است بر طرفِ افق خونست عمداً ریختہ

یا اطلسِ چینی فلک بر فرش دیبا ریختہ،

آسمان کے کنارے صبح کی شفق نظر آ رہی ہی یا یہ خون ہی جو عمداً بہایا گیا ہی، یا آسمان نے دیبا کے فرش پر چینی اطلس بچھائی ہی یعنی صبح ہو رہی ہی،

(۲) جرم کواکب نیست، ہان! چون گوہر از ہر سو عیان

رشحے ز دستِ دُر فشان بر طاقِ خضرا ریختہ

یہ ستارے نہین! گوہر ہین جو ایک موتی برسانے والے ہاتھ نے آسمان پر چھڑکا دیئے ہین،

(۳) تیغ سحر بر تاب شد، انجم از فلک پرتاب شد (انداختہ)

زان زہرہ شب آب شد و ز زہرہ صفرا ریختہ

صبح کی تلوار چمکی اور آسمان سے ستارے غائب ہو گئے، اس سے رات کا پتہ پانی ہو گیا اور پتہ سے صفرا بہ گیا، یعنی صبح ہو گئی،

(۴) عید است و ساقی در قدح صہبا ز مینا ریختہ

در گوہر الماس گون لعلِ مصفا ریختہ

خوشی کا دن ہی اور ساقی نے صراحی سے پیالے مین شراب انڈیلی ہی، جو سرخ ہی، اور اس کی آب و تاب جام مین کیسی خوشنما ہی،

[1] دیوان قاآنی ص ۳۲۲،

(۵) کردہ پےِ اکسیرِ جان در طلق[1] زرّ یخ روان

درساغرِ سیماب سان گوگردِ حمرا[2] ریختہ

جان کی صحت کے لئے سرخ رنگ کی شراب ناب تیار کی گئی جو پارے کے سے تڑپ دار ساغر مین گر رہی ہے،

(۶) دارائے اسکندر حشم، ہوشنگ طہمورث خدم

کز ابرِ کف گاہِ کرم لولوی لالا ریختہ

ایسا بادشاہ جو سکندر حشمت ہوشنگ مرتبت ہی بخشش کے وقت اپنے دستِ کرم سے موتی برساتا ہی،

(۷) چون تو برون آئی زصف کف برلب و خنجر بکف

بر چہرہ چون ماہت کلف از گرد غبرا ریختہ

جب تو صفون سے باہر آتا ہی، تیرے منہ مین کف ہوتا ہے، اور ہاتھ مین خنجر، اور تیرے چہرہ پر گرد اس طرح ہوتی ہی جیسے چاند کے گرد ہالہ،

(۸) آن کوز تیغِ جان ستان وانکوز قدرِ بے کران

ہم خونِ سلطان ارسلان، ہم آبِ بغرا ریختہ

وہ کون ہے جس نے اپنی جانستان تلوار اور اپنے دبدبہ سے سلطان ارسلان کا خون بہایا ہی، اور بغرا ایسے ظالم بادشاہ کو نیچا دکھایا ہی،

(۹) اے خنگِ گردون مرکبت نصرت روان در موکبت

[1] طلق، ابرق، زریخ، ہڑتال، طلق روان، مراد شراب کیونکہ اگر ابرق پانی کے مثل ہو جائے تو اکسیر ہی اور شراب کے فوائد بھی قریب قریب اکسیر کے ہین، [2] گوگرد، گندھک، گوگرد حمرا، مراد اکسیر کیونکہ سرخ گندھک اکسیر کی جزو اعظم ہی،

بر طورِ جانہا کوکبت نورِ تجلّی ریختہ

اے بادشاہ تیرا گھوڑا آسمان ہی، اور فتح تیری جلو مین روان ہی، اور تیرا نیر اقبال جانون کے طور پر تجلی بخش ہی،

موازنہ | تذکرہ بالا اشعار مین سے ہم ترتیب وار چند اشعار پر بحث کرتے ہین،

(۱) پہلے شعر مین خاقانی نے صبح کی سرخ شفق کی رعایت سے صبح کو اسپ گلگون سے تشبیہ دی ہے، اور صبح کی سفیدی کو شمشیر بران کی چمک سے اور پھر اسی صبح کی شفق کو خون سے، گو قاآنی نے بھی شفق کو خون سے تشبیہ دی ہی، اور صبح کی رنگ بدلنے والی سفیدی کو اطلس چینی سے، مگر مضمون کی نزاکت بلند تخیل اور زور کلام کے لحاظ سے خاقانی بہت بڑھا ہوا ہی،

(۲) خاقانی نے آسمان کو سبز کیمخت سے تشبیہ دی ہی، کیونکہ جس طرح کیمخت کا چمڑا کھردرا ہوتا ہے، اسی طرح آسمان بھی ستارون کی وجہ سے دندانہ دار ہے، اور چونکہ قتل کرتے وقت مقتول کے نیچے چمڑا بچھا دیتے تھے، اس رعایت سے بھی آسمان کو کیمخت قرار دیا جس پر رات کا خون گرایا گیا، قاآنی نے ستارون کو موتیون سے تشبیہ دیکر ایک سادہ مضمون پیدا کر دیا ہی، خاقانی نے جن استعارون اور تشبیہون کا استعمال کیا ہی، اور اس سے مضمون مین جو لطافت اور مضمون مین جو نزاکت پیدا کرلی ہی، وہ قاآنی سے باوصف دیوان خاقانی سامنے موجود ہونے کے ممکن نہ ہوسکی،

(۳) خاقانی نے صبح کو سنہری لباس مین دکھایا ہی جو نوروز کی تلاش مین بہار کا مژدہ لائی ہے، جس کی وجہ سے رات کا پتہ پھٹ گیا یعنی رات جلد گذر گئی، ایمین دن اور رات کی حریفانہ رقابت کے علاوہ شاعر یہ بھی دکھاتا ہی کہ ایام بہار مین دن بڑا ہوتا ہی، اور رات چھوٹی، برخلاف اس کے قاآنی نے صبح کو تلوار سے تشبیہ دیکر ستارون کا قلع قمع کر دیا، اور دوسرے مصرعہ کا مضمون بجنسہ

وہی باقی رکھا، یہان بھی خاقانی نے باریک بینی کے ساتھ جس دقت پسندی اور بلند خیالی کا اظہار کیاہی، وہ اسی کا حصہ ہی،

(۴) خاقانی نے شبستانِ حرم کی کھیتی، باغ ارم کے میوے اور پستانِ کرم کے استعارے سے شیر مصفا بہاکر جو معانی کی بلندی اور خیال بندی کی پیچیدہ نزاکت جس چست بندش کے ساتھ دکھائی ہے، وہ اسکی امتیازی خصوصیتین ہین، برخلاف اس کے قاآنی نے جام کو گوہر الماس سے اور صہبا کو لعلِ مصفا سے تشبیہ دیکر سیدھا سادہ مطلب ادا کردیاہی، جسمین کوئی جدت طرازی نہین ہی،

(۵) شراب کی صراحی کو مرغِ کندہ پر سے تشبیہ دینا روئی کی ڈاٹ کو یک نیمہ سر کہنا اور دہنِ صراحی کو نیم منقار دگر کے الفاظ سے تعبیر کرنا خاقانی کے زورِ طبع کی خاص جدتِ ادا ہی، یہان خاقانی نے جس نازک خیالی کے ساتھ مضمون بندی مین جیسی موشگافی کی ہی، وہ قاآنی کے بس کی نہین،

اسی طرح اور بقیہ اشعار مین بھی خاقانی کا امتیازی فرق دکھایا جاسکتاہی، جسے ہم بخوفِ طوالت نظر انداز کرتے ہین،

قاآنی کے قصائد خاقانی کے جواب مین، قاآنی نے خاقانی کے حسب ذیل قصائد کے جواب مین قصیدے لکھے ہین، اور خوب طبع آزمائی کی ہی،

خاقانی	قاآنی
۱- دلِ من پیرِ تعلیم است و من طفلِ زباندانش دمِ تسلیم سر عشر و سر زانو دبستانش	۱- فلک[1] دوش از عروس خور تہی چون گشت دامانش چو عمان چہرہ شد پرور ز سیمین اشک غلطانش ز چشم[2] خون فرو ریزد بیاد چشم فتانش پریشان خاطرم از عشقِ گیسوے پریشانش

خاقانی	قاآنی
۲- صبح دم چون کلہ بندد آہِ دود آساے من چون شفق در خون نشیند چشمِ شب پیماے من	۲- رود[1] آمون گشت جیحون ز اشکِ جیحون زاے من رشکِ سیحون شد زمین از چشمِ خون پالاے من
۳- در کامِ صبح از نافِ شب مشک است عمدا ریختہ زرین ہزاران نرگسہ از سقفِ مینا ریختہ	۳- عید[2] است ساقی در قدح صہبا ز مینا ریختہ در گوہرِ الماس گون لعلِ مصفا ریختہ
۴- عید است پیش از صبحدم مژدہ بخمار آمدہ بر چرخ دوش از جامِ جم یک نیمہ دیدار آمدہ	۴- عید[3] است و جامِ زرفشان از نے گرانبار آمدہ ہر زاہدے دامن کشان در دیرِ خمار آمدہ
۵- نثارِ اشک من ہر شب شکر ریز است پنہانی کہ ہمت راز ناشوئیست با زانو و پیشانی	۵- بود[4] این نکتہ در حکمت سراے غیب برہانی کہ در جانان رسی آنگہ کہ جان از عیب برہانی

محاکمہ قاآنی اگرچہ تخلیقِ معانی مین خاقانی تک نہین پہونچاہی، مگر روانی الفاظ، سلاستِ زبان اور حلاوت مین اس سے بڑھگیاہی اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا کیونکہ سات صدیون کے بعد قاآنی کے زمانہ مین زبان منجھکر بہت صاف و رواں اور سلیس ہوگئی تھی،

انگلستان کے دو مشہور شاعرون ملٹن[5] اور ٹینی سن[6] مین باعتبار زبان، طرزِ بیان، جدتِ ادا، مضمون آفرینی اور بلند خیالی جو فرق ہی، اور جو نسبت موخر الذکر کو اول الذکر سے ہی، اسی فرق کے ساتھ وہی نسبت قاآنی کو خاقانی سے ہی، خاقانی اپنے وقت کا ملٹن ہی اور قاآنی ٹینی سن،

ادیب محترم آقائی میرزا حسین خان دانش اصفہانی اپنے ایک فاضلانہ مضمون مین جو انھون نے خاقانی[7] کے متعلق لکھاہی، لکھتے ہین:-

"طمطراق قاآنی در قرن اخیر غیر از یک تقلید خشک و بے معنی و بے ہنگام از خاقانی چیزے دیگر نیست"

[1] دیوان قاآنی صفحہ ۳۰۲، [2] ایضاً صفحہ ۳۲۲، [3] ایضاً صفحہ ۳۲۱، [4] ایضاً صفحہ ۳۳۲، [5] MILTON [6] TENNYSON [7] مجلہ ایران شہر جلد سوم شمارہ ۱۱ صفحہ ۶۸۳، سنہ ۱۳۴۴ھ، ۱۹۲۵ء، مطبوعہ برلن،

قاری عبدالرحمن صاحب محدث پانی پتی

از

جناب نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی،

حیدرآباد سے واپسی کے بعد سے مولانا اپنے قلمی کتابون کی فہرست بنانے مین منہمک رہے، چنانچہ ۲۳ ماہ رمضان ۱۳۴۹ھ کو ۹ مہینے ۲۰ دن کے بعد اس اہم کام سے فراغت پائی، اوسطاً ساڑھے تین گھنٹے روزانہ وہ کام کرتے رہے، اس اختتام کی خوشی مین آج سے ۳۰ برس کی ایک یادداشت کی نقل معارف کے لئے عنایت فرماتے ہین، یادداشت کے سادہ لفظون مین جس پرکیف ملاقات کا حال درج ہوا ہے، اس کی مستی آج بھی آنکھون کی راہ سے دل مین سما جاتی ہے "معارف"

۹ رجب ۱۳۱۱ھ کو زیارت جناب قاری صاحب کے قصد سے دلی سے روانہ ہوا، پانی پت پہونچ کر بعد نماز عصر مسجد محلہ انصار مین قاری صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا، برادرم مولوی محمد یونس صاحب رئیس دتاولی بھی ہمسفر تھے، بعد سلام و پرسش مزاج بجواب سوال قاری صاحب مین نے کہا کہ بھیکن پور رہتا ہون اور محمد خان بن مان خان مرحوم کا پوتا ہون جنھون نے مسائل اربعین کے جواب لکھوائے تھے خوش ہو کر فرمایا جس زمانہ مین مولوی امین الدین جواب لکھوا رہے تھے مین طالب علم کی حیثیت سے حاضر مدرسہ ہوا کرتا تھا، بعد مکالمہ کے مین نے شاہ ولی اللہ صاحب کی اربعین پڑھی (جو مین ساتھ لے گیا تھا) مین قاری تھا، برادر موصوف سامع، رسالہ مذکور قاری صاحب کے بیان کردہ مطالب حاشیہ پر لکھکر مین نے داخل کتابخانہ حبیب گنج کر دیا ہے، اس کے ختم ہونے پر برادر موصوف نے صحیح بخاری کی حدیث اول پڑھی، وہ قاری تھے مین سامع،

قاری صاحب کی تقریر اربعین کے مطالب کے بیان مین بہت جچی تلی ہوئی تھی، الفاظ بے تکلف ایک ایک ہو کر علٰحدہ علٰحدہ زبان پر آتے تھے، بیان صاف تھا، الفاظ بقدر معانی، محدثانہ احتیاط کلام سے ہویدا تھی، پہلی حدیث کا مطلب بیان فرما کر پوچھا مین نے کیا کہا، چونکہ سرسری تقریر سنی اس لئے تامل سے الفاظ یاد کرکے بیان کئے، بے تکلف فرمایا مین نے یہ نہین کہا، مکرر سابق تقریر کا بجنسہ اعادہ فرمایا، اور سوال مکرر، اب الفاظ بمقابلہ پہلے کے مین نے زیادہ مطابق تقریر ادا کئے، پھر فرمایا مین نے یہ نہین کہا، تیسری مرتبہ تقریر کی، اب مین نے پھر بجنسہ نقل الفاظ کر دی، اسی طرح ہر حدیث کے مطلب کا بجنسہ اعادہ کرایا، ایک دو حدیث کے بعد توجہ تام ہو گئی تھی، اس لئے مین پہلی ہی تقریر کے بعد اعادہ کر دیتا تھا، مثلاً حدیث توبہ کے بیان مین یہ الفاظ فرمائے تھے، توبہ کے تین رکن ہین، ترک معصیت نقد الوقت، ایسا پچھتانا کہ بھری مجلس مین رسوائی ہو گئی، آیندہ معصیت مذکور نکرنے کا عہد،

اثنائے گفتگو مین شاہ عبدالعزیز صاحب کا ذکر فرمایا کہ شباب مین بینائی بالکل جاتی رہی تھی، اکثر تصانیف حالت نابینائی کی ہین، مین نے شاہ صاحب کے کتابخانہ کا حال پوچھا تو فرمایا کہ جو بہت پسندیدہ کتابین تھین وہ شاہ اسحٰق مرحوم بوقت ہجرت ساتھ لے گئے تھے، اور وہ وزن مین کم تھین، باقی کتابین ان کی ایما سے مین نے اور نواب قطب الدین خان نے ہراج[1] کر دی تھین، اپنے تلمذ کی نسبت فرمایا کہ مین نے صحاح ستہ شاہ اسحٰق صاحب سے پڑھین، اور پھر سالہا سال تک مدرسہ مین صبح سے عشا تک حاضر رہا، اس حاضری مین بہت سی کتابین سماع مین آئین، کلام مجید کی تفسیر تمام و کمال جناب میان صاحب موصوف کی زبان سے وعظ مین سنی، مولوی عالم علی صاحب مرادآبادی، مولوی علیم الدین صاحب کاندہلہ کے باشندے اور دو ایک اور صاحب میرے ہمدرس و ہم سبق تھے، مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری کی نسبت فرمایا کہ انھون نے ہندوستان مین حدیث میان صاحب سے نہین پڑھی، بلکہ مکہ مکرمہ مین پڑھی تھی جامع ترمذی

[1] نیلام،

اور تیسیر الوصول پوری تیقد سے پڑھیں یعنی صحیح مسلم جب مین نے وہان جاکر پڑھی تو وہ سامع تھے، فرمایا صحیح مسلم مین نے تین بار میان صاحب سے پڑھی، ایک مرتبہ تمام وکمال، دوسری مرتبہ اول کا حصہ تیسری بار آخر کا، ایک دفعہ میان صاحب بواسیر کے سخت دورے مین مبتلا ہوگئے تھے، چھ مہینے تک ایک عالم یاس رہا، اس عرصہ مین قاری صاحب اور اُن کے ساتھی حدیث مولوی حسن علی صاحب لکھنوی سے پڑھتے رہے، قاری صاحب کی ایک اجازت مولوی صاحب موصوف سے بھی ہی، مولوی حسن علی صاحب، مولوی الٰہی بخش صاحب کے شاگرد تھے، مولوی الٰہی بخش صاحب شاہ عبد العزیز صاحب کے، قاری صاحب کو اجازت حدیث بعض مشایخ عرب نے بھیجی تھی، جنمین سے بعض کی سند کا سلسلہ شیخ ابراہیم کردی سے تھا بعض کا شیخ ابو طاہر سے، فن تجوید قاری صاحب نے امروہہ جاکر قاری امام الدین صاحب سے حاصل کیا تھا، مخرج ضاد کی بابت فرمایا (بجواب سوال مولوی یونس خان) کہ زبان کا پہلو جب بائین ڈاڑھون کے مسوڑھون سے رگڑکر نکلے تو یہ حرف ادا ہوتا ہی، اگر کوئی شخص عمداً بجائے اس کے ظ کی آواز نکالے تو نماز باطل ہی، مجبوراً ادا کرے تو وہ جاہل ہے، اسکی نماز خود تو درست ہوگی، قابل امامت نہین، برادر موصوف نے مولود شریف مین قیام کی بابت سوال کیا، تو فرمایا کہ مین کیا کہون، قرآن وحدیث وفقہ مین انکا ذکر نہین، جب متقدمین کی تصانیف عالم وجود مین آئین، اس وقت اس کا وجود نہ تھا، متاخرین نے یہ طریقہ ایجاد کیا، اور انکا ذکر اپنی تصانیف مین کیا ہی، ان کو ہم نہین مانتے، ایک طرف یہ ہے کہ اس مجلس خاص مین تو قیام کرنا عین ایمان ہو، اور ویسے آپکا ذکر ہو رہا ہو، میلاد کا ذکر بھی آئے، اور اور احوال مبارک بھی بیان ہون، انہین کوئی کھڑا نہ ہو یہ عجیب بات ہی، دوسری طرف یہ شدت ہی کہ کفر وشرک بتاتے ہین، آخر رسول اللہ ﷺ کی تعظیم تو ہی، (دوسری طرف الخ یہ عبارت پوری یاد سے اس وقت لکھی ہی)، اس لئے مین کچھ نہین کہتا، برادر موصوف نے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے تلمذ

کی بابت دریافت کیا تو فرمایا کہ جس روز میان صاحب ہجرت کرکے روانہ ہوئے، اُس روز یہ اُن کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور چند کتابون کے اوائل کی ایک ایک حدیث پڑھی، اور پڑھکر کل کتابون کی اجازت حاصل کی، میان صاحب نے ایک چھوٹے کاغذ پر یہی رقعہ لکھکر دیدیا، اس سے پہلے مدرسے مین پڑھنے کو کبھی نہین آئے، کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تھا، تو دوسرے تیسرے مہینے آجاتے تھے، میان صاحب کا مدرسہ بیرم خان کے تراہہ پر تھا، شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم نے اپنی زندگی مین ان کے واسطے یہ مدرسہ بنوا دیا تھا، مین نے قاری صاحب کے سن کی بابت دریافت کیا فرمایا ٹھیک یاد نہین، شاہ عبد العزیز صاحب کے وعظ مین اپنے والد کے ساتھ جایا کرتا تھا اور کلام مجید حفظ کرچکا تھا، (اس حساب سے ملاقات کے وقت قاری صاحب کا سن کم وبیش نوے برس کا تھا) قاری صاحب کا بدن لاغر قد لانبا رنگ گندمی آنکھ اور ناک بڑی آواز بھاری تھی مزاج مین تیزی معلوم ہوتی تھی، رائے کے اظہار مین قطعاً بے دھڑک تھے، کبرِ سن کے آثار صحت پر غالب آچکے تھے، داڑھی گھنی تھی قدرةً چھوٹی، مہندی لگی ہوئی، سر پر بال پورے، لباس انگرکھہ بدون کرتے کے، سر پر عمامۂ سپید پاجامہ غالبًا تنگ (مین نے قاری صاحب کو بیٹھا دیکھا تھا، اس لئے ٹھیک اندازہ نہ کرسکا) قصبے مین کچھ املاک ہی، اس سے بفراغت بسر ہوتی ہی، (یہ یادداشت ملاقات کے تیسرے روز ۱۱ رجب المرجب روز جمعہ ۱۳۱۱ھ کو کتاب پر قلمبند کی گئی)

اب افسوس ہوتا ہی کہ شاہ عبد العزیز صاحب، اور شاہ اسحٰق صاحب کا حلیہ قاری صاحب سے نہ پوچھا، رحمہم اللہ تعالیٰ،

خیابانِ دانش

چھٹا باب

از مولوی ابوالقاسم صاحب سرور حیدرآباد

موضوعِ فلسفہ،

یہ بیان تعریفِ فلسفہ ہی کے تحت آنے کے قابل تھا، اور اس کی تشریح وہین ایک حد تک مناسبت مقامی رکھتی تھی، لیکن اشکالِ بحث کی وجہ سے عمداً تقسیمِ فلسفہ کے بعد اسے رکھنا پڑا، مادہ اور ذہن، انھین دونون کو فلسفہ کا موضوع قرار دیا گیا ہی، یہ دونون یعنی مادہ اور ذہن باہم جوہریت مین بالکل اختلاف رکھتے ہین، مادہ اور ذہن جو دو مختلف جوہر ہین ان مین امتیاز و فرق یہ بتایا گیا ہی کہ مادی چیزین جس حالت مین بھی ہون، خود انھین اپنی اپنی حالتون کا مطلق علم نہین، مثلاً کوئی کل یا مشین بہ سرعت یا بہ تاخیر حرکت کرتی ہی، حرکت نام ہی اس کے مختلف چھوٹے بڑے پرزون کی فعلیت مین اتحاد و ہم آہنگی کا، مگر وہ مشین اپنی اس حرکت اور علتِ حرکت کا نہ خود علم رکھتی ہی، اور نہ اس واقفیت و علم کی اسمین قابلیت و استعداد موجود ہے، اسی طرح مکان کہ بھیانک سنسان، وسیع و عدم وسیع، رونق، چہل پہل، آبادی وغیرہ جو منظر بھی اس مین پھیلا ہوا ہے، اس کا خود گھر کو مطلق علم نہین، لیکن مادی اشیار کے برخلاف نفسِ ناطقہ کے قویٰ مین ہر پیش آنے والی روداد کا علم صاف اور واضح طریقہ پر ظاہر ہوا کرتا ہی، خلوتخانۂ دل مین خیالات کی آمد و رفت انسان سے پوشیدہ نہین اور ساتھ ہی اپنے قویٰ کی نوعیتِ عمل وغیرہ کی

فہرست بھی اس کے پیشِ نظر رہتی ہی، موضوعِ فلسفہ معلوم کرنے کے بعد فلسفہ کی وابستگی اور رشتۂ تعلق اشیاے اضافیہ ہی سے مربوط نظر آتا ہی، اشیاے مطلقہ اس کی زد سے بالکل باہر ہین، تو جب اشیاے اضافیہ ہی نصب العین فلسفہ ٹھہرے تو علم بھی اضافی ہی ٹھہرا،

(علمِ اضافی)

علم بشری کی اگر تحلیل کیجائے تو نتیجہ مین انسانی واقفیت و شعور کا انتساب یا مادہ سے ظاہر ہوگا، اور یا اس کا ارتباط و تعلق ذہن سے وابستہ نظر آئیگا، باوجود اس کے کہ علم انسانی کا انحصار انھین دو پر ہی، لیکن پھر بھی ان دونون کا مطلق علم دشوار و مشکل ہی نہین بلکہ بالکل ناممکن اور محال ہی، مادہ اور ذہن کے صرف خواص و اغراض کا علم ہی انسانی انتہا ہی، جس سے آگے یہ ایک قدم بھی نہین بڑھا سکتا، انسان محض ان صور و اشکال سے واقف ہو سکتا ہی جنمین وہ مادہ ظہور پذیر ہوا کرتا ہی، شے مطلق کا علم اس کی دسترس سے باہر ہے، اور یہی علم اضافی نوعِ بشر کا سرمایۂ تحقیق اور گنجینۂ دانش ہی،

(مادہ و ذہن)

مادہ کے باب مین انسان بس اسی حد تک جان سکتا ہی، کہ وہ ٹھوس ہی، طول، عرض، عمق کا حامل ہی، قابلِ انقسام ہی، ظہور کے لئے کوئی نہ کوئی شکل اختیار کر لیتا ہی، یہ خواص و ظہورات یکجا رہنا پسند کرتے ہین، ان کے اجتماع سے انسان یہ خیال کرتا ہی کہ یہ سب کسی ایک چیز مین اکٹھے ہو گئے ہین، اور وہ نامعلوم چیز جسمین یہ خواص وغیرہ یکجا ہوئے ہین، اسے محل کہا جاتا ہی، محل کی مصداق جب وہ شے ہو جس سے ابعادِ ثلاثہ یعنی طول، عرض، عمق کا ظہور ہو، تو وہ مادہ کہلاتا ہی، اور جب اس سے مراد وہ شے ہو جس سے علم، تاثر، خواہش و ارادہ وغیرہ ایسی حالتون کا اظہار ہو تو اسے ذہن کے نام

سے یاد کیا جاتا ہی،

ذہن کیا ہی، اس کی نسبت یہی کہا جا سکتا ہی کہ اس مین جاننے، ارادہ کرنے، فکر کرنے کی استعداد اور قوت موجود ہی، یعنی وہ جانتا ہی، ارادہ کرتا ہی، فکر کرتا ہی، اس بیان سے معلوم ہوا کہ مادہ اور ذہن دونون کے دونون مجہول اور نامعلوم ہین، ان کے خواص و ظہورات ہی تھوڑے بہت علم انسانی کا واسطہ اور ذریعہ ہین، مادہ اور ذہن کا وجود، معلومہ ظہورات اور وجود خواص سے نتیجہ کے طریق پر مستنبط کیا جاتا ہی، اور ان دونون مین تمیز و امتیاز کی حدبندی کا طریقہ استدلالی ہی کہا جا سکتا ہی اس طرح کہ چونکہ دونون کے ظہورات و خواص کے توازن سے باہم ادنیٰ مماثلت نہین پائی جاتی بلکہ ان کے ظہورات و خواص کا باہمی تباین ہونا معلوم ہوتا ہی، اس لئے ان دونون کا ایک جوہر سے وابستہ ہونا محال نظر آتا ہی، اور یہی باہمی تباین و تضاد فیما بین امتیاز کی حدِ فاصل قایم کر دیتے ہین، تو یہ امر پایۂ ثبوت پر پہونچ گیا، کہ ذہن اور مادہ کا علم مطلق نہین محض اضافی ہی، اسی ضمن مین قوائے ذہنیہ اور کیفیات ذہنی کا بیان لائقِ مطالعہ ہی، اگرچہ یہ بحثین زیادہ تر علم النفس (نفسیات) سے متعلق ہین، مگر چونکہ یہان ذہن کا ذکر آگیا ہی، اور ذہن کی توضیح و تشریح ان مباحث پر موقوف ہے، اس لئے بالاختصار ان کا تذکرہ اس جگہ یون غیر مناسب نہین کہ انکا بیان اصل مسئلہ کو ممتاز و روشن صورت مین پیش نظر کر دیگا،

قوائے ذہنیہ کا مفہوم کیا ہی، اس کا جواب یہی دیا جا سکتا ہی کہ ذہن کی کد و کاوش، غور و خوض، محنت و ورزش کی اصل علتین یہی قوائے ہین، جنکی بدولت ذہن ہر قسم کے اشکال و پیچیدگی کو دور کرنے کی کوشش کیا کرتا ہی، ان قویٰ کو طاقتہائے تاثر اور استعداد و قابلیت سے بھی تعبیر کیا گیا ہی، ذہن کے تفحص و تفکر کی مشابہ و مماثل نوعیت ان قویٰ مین سے ایک ہی قوت کے تحت شمار کیجاتی ہی، اور غور و خوض و ورزشِ ذہن کا اختلاف مختلف قویٰ سے منسوب کیا جاتا ہی،

جس حد پر ذہن تفکر و تفحص کی مختلف قسمین اظہار کے میدان مین لا سکتا ہی یہی قوائے ذہنیہ مختلف تصور کیجاتی ہین، اور اثر قبول کرنے کے جتنے طرق مختلفہ ہو سکتے ہین انھین کے لحاظ و اعتبار سے مختلف قابلیتین شمار کے دائرہ مین آجائین گی، حاصل یہ کہ ذہن کے قویٰ ایسے موجودات نہین جنھین ذہن سے الگ الگ کر کے حدِ امتیاز کھینچی جا سکے، بلکہ یہ جملہ قویٰ ایک ہی جوہر کے ایسے مختلف ظہورات ہین کہ ذہن اور ان مین کسی قسم کے حقیقی فرق قایم کرنے کی بالکل گنجائش نہین، بعض و اکثر حکمانے ان دونون مین تمیز پیدا کرنے کے لئے انکا جدا جدا وجود تسلیم کیا ہے، مثلاً ارسطاطالیس کی تحقیق مین صرف ذہنیہ صورتین قوی ہین اور جو ان پر عامل ہے وہ حقیقی جوہر ذہن ہی، مگر بعض کے نزدیک قوائے ذہنیہ سب ایک ہین، ان مین باہم کوئی امتیاز نہین، اور بعض ذہن کو قوائے ذہنیہ سے تمیز کرنا نہین چاہتے،

تقسیم قوت علمیہ

بشری قوت علمیہ کی ان چھ قسمون مین تقسیم کی گئی ہے،

(۱) قوت مدرکہ، (۲) قوت حافظہ، (۳) قوت متحفزہ، (۴) قوت متخیلہ (۵) قوت مجوزہ (۶) قوت جبلی،

قوت مدرکہ، بیرونی اور اندرونی چیزون کے علم کا واسطہ اور ذریعہ ہی، بیرونی چیزون کا علم ادراک خارجی کہلاتا ہی، اور اندرونی چیزون کا علم ادراک باطنی،

قوت حافظہ، حاصل شدہ علم کا سرمایہ بہ حفاظت اپنی نگرانی مین اس طرح رکھتی ہی کہ تعقل اسے ہاتھ تک نہین لگا سکتا،

قوت متحفزہ، محفوظِ حافظہ اندوختہ علم تعقل کے استعمال کے لئے نکالنے کی یہ کوشش کرتی ہی یہی قوت ذہن کے ایسے قواعد و آئین ایتلاف کی پابند ہے کہ جنکی وساطت سے انسان اپنے خیالات باقاعدہ

ہمواری وارتباط کی سلک مین منسلک کرسکتا ہی، ان آئین و قوانین کا طرزِ عمل تعیین نہین رکھتا، بالقصد او بغیر قصد وارادہ عمل کرنے کے یہ خوگر ہین، آخری صورت یعنی ان کا قصد وارادہ کے بغیر عمل کرنا ایماے طبعی کہلاتا ہے، قوت مستحضرہ اور قوت حافظہ مین امتیاز کے لئے نہایت دقت نظر کی ضرورت ہی اور ان دونون قوتون مین تمیز کی حد بندی بھی ایک لازمی عنصر ہی کیونکہ جن حکما نے اس امتیاز کی جانب بے توجہی کی تو انھین آگے بڑھکر غلطیون سے دوچار ہونا پڑا،

قوت متخیلہ. حافظہ کے اس محفوظ و مجمع علم کو جسے مستحضرہ نے تعقل کے سپرد کردیا تھا، ذہن کے محاذ مین لے آتی ہی، متخیلہ کا دوسرا نام واہمہ ہے، مستحضرہ اور متخیلہ تمام افراد مین یکسان نہین ہوتی، یہ دونون قوتین مختلف افراد مین اختلاف کے ساتھ پائی جاتی ہین، مثلاً کسی مین اگر قوت مستحضرہ قوی اور متخیلہ ضعیف ہی، تو کسی مین اسکا عکس، اکثر جو متخیلہ اور مستحضرہ کی باہمی تمیز کو نظر انداز کردیا جاتا ہی، یہ طرز عمل مفاسد کے لحاظ سے نہایت مقدوح ہی:

قوت مجوزہ. اشیاء کا تقابل اور باہمی ان چیزون کا ربط و تعلق معلوم کیا کرتی ہی، افعال ذہن مین سب سے بلند اور ممتاز درجہ تقابل یعنی تمیز کا رکھا گیا ہی، چونکہ یہ قوت تحلیل و ترکیب یعنی عمل تمیز کا مرکز و معیار ہے اس بنا پر اس قوت کو قواے مذکورہ کا عطر، لب لباب، خلاصہ، ماحصل، کہنا ہی مناسب ہی اور اسی بنا پر جملہ قوی سے یہی قوت عظمت و برتری مین پیش پیش ہی، اسی قوت مجوزہ کو تفکر سے موسوم کرنے کی بھی ایک صورت نکالی گئی ہے، وہ یہ کہ تعمیم، حکم، استدلال، یہ سب کے سب نتائج تحلیل و ترکیب تسلیم کئے جاتے ہین، اور یہ قوت تحلیل و ترکیب دونون کی حامل ہی، اس وجہ سے اسے تفکر سے بھی نامزد کیا جاسکتا ہے،

قوت جبلی. یہ چند ضروری قاعدون یا تفکر کے چند قوانین کا مجموعہ ہے، جن سے بے نیازی علم کے طالب کے لئے ممکن نہین، کیونکہ تحصیل علم کا انحصار انھین پر ہی، مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ قوت جبلی پر قوت کا اطلاق صحیح نہین، بیشتر و اکثر اسی تحقیق کی جانب حکما نے توجہ تام سے کام لیا کہ حقیقۃً کیا یہ کوئی

قوت ہی یا فرضی طور پر اسے یہ نام دیدیا گیا ہی تفحص بسیار کے بعد نتیجۂ تحقیق زیادہ تر اس کے وجود کی نفی مین نکلا اگرچہ حد بھی افراط سے ہمدوش ہی، بظاہر مناسب یہی معلوم ہوتا ہی کہ اسے قوانین و آئین تفکر کا مجموعہ تسلیم کرلیا جائے، تو اس مین کوئی قباحت نہین، قواے ذہنیہ کے سلسلہ مین کیفیات ذہنی انکی تقسیم اور تعقل پر بھی ایک نظر ڈال لینا ضروری ہی، ذہن مین جتنی کیفیتین پائی جاتی ہین ان سب کا مبدا اور سرچشمہ تعقل ہی کو اکثر مانا ہی، اب رہا یہ سوال کہ خود تعقل ہی کیا اس کی نسبت یہی کہا جاسکتا ہی کہ وہ جملہ کیفیات ذہنی کے علم کا وسیلہ اور ذریعہ ہی، وہ ایک ایسی تجلی باطن ہی، جسکی تاب ناکی تمام کیفیتون کے خط و خال نگاہ بشری کے سامنے پیش کردیتی ہی، خود تعقل ایک ایسی غیر منقسم کیفیت ہے، جسمین نوعیت اختلاف کی شرکت نہین، وہ ایک عام طاقت و قوت ہے جو ذہن کے کل کیفیات پر چھائی ہوئی ہی، کیفیات ذہنی تین شعبون مین منقسم کئے جاسکتے ہین:-

پہلا شعبہ قواے علمیہ

دوسرا شعبہ تاثرات،

تیسرا شعبہ تمنّیات،

ان ہر سہ شعبون کو ایک مثال مین یون ادا کیا جا سکتا ہی، مثلاً زید نے فواکہ مین سے مرغوب خاطر چند پھل دیکھے، ان کے دیکھنے سے طبیعت مین خاص قسم کی مسرت پیدا ہوئی، اور اسی غلبۂ مسرت سے ان پھلون کو بار بار اٹھاکر سونگھا اور اس کے خریدنے کا ارادہ پیدا ہوا، اس مثال مین ابتداءً پھلون کو دیکھتے ہی ایک کیفیتِ واحدہ کے تحت مین لاکر ان کی شناخت اور تعیین و تخصیص اس طرح کرنا کہ یہ فلان پھل ہے، قوت علمیہ ہوئی، پسندیدۂ خاطر پھلون کے دیکھنے سے طبیعت مین انبساطی حالت کا اظہار کیفیت تاثر، اور اس انبساط و مسرت کے بعد ان پھلون کے خریدنے کی خواہش و ارادہ تمنائی کیفیت ہی، حقیقۃً ذہن کی جملہ کیفیتین ایسی دقیق و پیچیدہ اور باہم ملی جلی ہوئی ہین، کہ اشیاے خارجی کی طرح

انکی تقسیم نمایان طور پر نہین کیجا سکتی، تقسیم بالا کا مدار زیادہ تر تفہیم ہی پر ہی، مگر ایک اعتبار سے اس اقسام ثلثہ کو کافی بھی بتایا گیا ہی، وہ یہ کہ تاثرات و تمنیات یہ دونون قوت علمیہ مین داخل نہین، بلکہ اس سے جدا اور علحدہ ہین، اندر اور باہر علم ہی کا قبضہ ہی یعنی فعلیت باطنی اور خارجی دونون مین یہی ایک شامل ہے، رہا تاثر وہ ایک باطنی کیفیت ہے، اور تمنا خارجی خواہش، کیونکہ تمنا مین رغبت کا میلان خارج کی طرف ہوا کرتا ہی، ایسی عجیب بخلقت ہستیان جو تاثرات و تمنیات سے یک لخت آزاد ہون، اور محض قوت علمیہ کی حامل ہون، تصورات کی دنیا مین شاید دکھائی دین، خارج مین ان کا نشان تک نہین مل سکتا، جس طرح تاثرات و تمنیات علم کے بغیر تصور کی قابلیت نہین رکھتے یہی حال تاثرات کے بغیر علم و تمنیات کا ہی، لیکن تمنیات کو نظر انداز کر کے علم اور تاثرات ممکن التصور ہو سکتے ہین،

کیفیات ذہنی کے اقسام ثلثہ مین پہلا درجہ قوائے علمیہ کا بتا آئے ہین، لیکن یہ امر بیان کرنے سے رہگیا کہ تعقل اس سے بھی آگے ہے، اعاظم فلاسفہ تعقل کی چند معین الفاظ مین تعریف کرنا ممکن بتاتے ہین، اگرچہ بعض حکمانے مختلف پیرایون سے اس کی تعریف کے لئے تعیین الفاظ کی سعی کی، مگر یہ کوشش مفید نہ ثابت ہو سکی، ایسی چیزین جنکی وسعت محدود الفاظ مین نظر بند ہونا پسند نہین کرتی، ان کی تعریف کی بجائے توضیح و تشریح ہی زیادہ مناسب ہوا کرتی ہی، تعقل کی تشریح اس طریقہ پر کیجا سکتی ہے، کہ تعقل مین جو واقعات داخل ہین ان کا تقابل کیا جاتا ہی، ہمین کسی شے کا علم ہوتا ہی، تو معاً یہ معرفت بھی لازمی ہی کہ ہمین فلان شے کا علم حاصل ہوا، تعقل شخصیت اور اس کی کیفیتون کے درمیانی رشتۂ ارتباط و تعلق کا مظہر ہے، تعقل کو ذہن، کیفیت معلومہ، علم، ان تین چیزون کا مجموعہ کہہ سکتے ہین:-

ذہن، علم رکھنے والی شے،

کیفیت معلومہ، جس کی معرفت حاصل کیجاتی ہی،

علم جو ذہن اپنی کیفیتون کی نسبت رکھتا ہی،

علم و تعقل باہم مختلف چیزین نہین اصل مین یہ ایک ہی شے ہی جو چشم تحقیق مختلف اعتبارون سے بار بار دیکھا کرتی ہی، علم تعقل مین اور تعقل علم مین ایسا سمایا ہوا ہی کہ باہم انفصال و افتراق نہین کیا جا سکتا، پھر بھی فلسفیانہ تجسس اس کے ارتباط و تعلق پر غور و خوض کے لئے جگہ نکال سکتا ہی جس طرح شکل مثلث سے اس کے ضلعے اور زاویے کی علحدگی ممکن نہین، مگر اس عدم انفصال پر بھی اس مثلث کے اضلاع و زوایا اور ان کے آپس کے ربط و تعلق پر جدا جدا غور کیا جا سکتا ہی، بس یہی شان اس کی بھی سمجھنا چاہئے، بہر نوع باطنی اور خارجی یہ دو صورتین تعقل کے لئے کار آمد بتائی گئی ہین، صورت خارجی مین تعقل واقعات کی ظاہری حالت کو نظر انداز کر کے ان کی پیدائش اور حقیقت حال کا سراغ لگاتا ہی، اس صورت مین ذہن کی نوعیت معلوم کرنا اس کا اصل مقصد ہوا کرتا ہی، جس سے اصول اولیہ تجربہ مین منتقل ہو کر اس بات کا ثبوت پیش کرتے ہین، کہ وہ واقعات تدریجاً پیدا ہوئے ہین، باطنی صورت مین تعقل بہ امعان نظر دیکھ کر اس کی ہدایتین صفحۂ ذہن پر درج کرتا ہی، تعقل سے عام علم جو مراد لیا جاتا ہی، اس کی غیر معمولی وسعت قوائے علمیہ اور ذہن کے جملہ افعال و معمولات کو لپیٹے ہوئے رہتی ہی، حاصل یہ کہ تمام علم فلسفہ کا ماخذ اور منبع یہی ایک تعقل ہی، قوائے ذہنی اور کیفیات کے مختصر سے بیان کے بعد پھر اصل بحث کی جانب توجہ کیجاتی ہی؛ اوراق سابقہ مین علم کے متعلق ظاہر کیا جا چکا ہی کہ علم بشری مطلق کی وسعت اختیار کرنے سے قاصر ہی، یہ اضافی حدود کے اندر ہی مقید رہتا ہی، علم اضافی کی تعریف بھی وہین کیجا چکی ہی، اب صرف علم اضافی کی غرض و غایت کی تشریح باقی ہی، اور وہ اس سے زائد نہین کہ انسان جتنا اور جو کچھ بھی جانتا ہی وہ سب جاننا اس کے اپنے قوی کی خاص حالتون کے لحاظ و اعتبار پر منحصر ہی، فلاسفہ بالاتفاق یہ مانتے چلے آئے کہ علم انسانی اس کے قوی کی مخصوص نوعیت و حالت کے اعتبار سے حاصل ہوتا ہے موجودات عالم کی غیر معمولی وسعت کا علم فہم بشر احاطہ نہین کر سکتا، جن چیزون تک فہم انسانی کی

رسائی نہ ہو سکی ان پر عدمیت کا اطلاق نہین آسکتا، یعنی جو جو چیزین انسان کے دائرۂ علم سے باہر ہین ان پر یہ حکم لگانا کہ سرے سے ان کا وجود ہی نہین، ایک مقدوح جسارت اور ناروا ابادرت کے مثل ہی، اس کی مثال بالکل ایسی ہی کہ جیسے کوئی عینین فعلِ مباشرت کے بطلان وتردید مین دلیلِ نفی سے کام لیکر اسکو اپنی عدم قابلیت اور ناواقفیت کی بنا پر ناممکن ومحال کے الفاظ سے تعبیر کرے تو انسان کا یہ خیال قایم کر لینا کہ کل کا کل عالم اس کے حواس وقویٰ کا روندا ہوا ہی، دنیا کی چار دیوار مین صرف وہی چیزین موجود ہین جو اس کے قوائے ظاہری وباطنی کے قبضہ مین آچکی ہین یا آسکتی ہین، امرِ لایعنی سے کسی طرح کم نہین، بہت ممکن ہی کہ کسی دوسرے سیارہ مین ایسی مکمل ہستیان موجود ہون، جو اپنی زیادتی قویٰ کے باعث اس عالم کا علم ہمارے مقابلہ مین مکمل رکھتی ہون، مگر اس سے یہ نتیجہ برآمد نہین ہوتا کہ قوائے انسانی مین اگر اضافہ کر دیا جائے، تو اس زیادتی کی وجہ سے حقیقی علم کے اکتساب کی طاقت آجائیگی، بالفرض انسان کے موجودہ قویٰ مین کتنا ہی اور اضافہ کیون نہ شرکت اختیار کرے، لیکن علم انسانی اضافی ہی کی حد مین محدود رہے گا، حقیقی کی غیر متناہی وسعت تک کبھی نہین پہونچ سکتا، انسان غور وخوض کی غیر معمولی عرق ریزی کے بعد جو کچھ علم کی عینک سے دیکھتا ہی، وہ وہ نہین ہوتا جو اصل وحقیقت مین ہی، بشری علم اضافی تین طرح کے اجزار کے مجموعہ کا نام ہی، جس شے کا علم حاصل ہی، بعض اجزا کی روئیدگی خود اس شے سے ہوتی ہے، اور جس وساطت سے اس شے کو جانا جاتا ہی، بعض جزو اس ذریعہ سے پیدا ہوتے ہین، اور خود قوت مدرکہ سے بعض اجزا ظاہر ہوا کرتے ہین، انھین اجزا کی توضیح وتشریح اور باہم ان مین امتیاز وتمیز قایم کرنا یہی چیز فلسفہ کی ایک اہم اور نہایت کار آمد غرض ہی،

اس بحث مین یہ لطیفہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہی کہ ایک فیلسوف کے اس قول کو کہ حقائقِ اشیاء کے علم پر بشر قادر نہین، مسئلہ ادراک کے اس بیان کے ساتھ کہ بغیر ذریعہ وواسطہ حقیقی اشیاء

کا ذہن بشر علم رکھتا ہے، ان دونون کو خلط ملط کر کے معترض نے تناقض کا الزام اس کے سر تھوپا تھا، جواب یہ دیا گیا کہ دو جداگانہ مسئلون کو ایک سمجھکر تناقض خود پیدا کیا گیا ہے، دراصل یہان تناقض کا نام ونشان تک نہین، اس لئے کہ جن مسئلون کو ایک خیال کیا گیا ہے، وہ حقیقۃً ایک نہین بلکہ دونون بجائے خود علٰحدہ علٰحدہ مسئلے ہین جس طرح نوعیتِ مسائل جداگانہ ہی، اسی طرح ان دونون مین جن اشیاء کا ذکر آیا ہے وہ بھی باہم مختلف ہین، محسوسات کی محدود راہ ختم ہونے کے بعد جس غیر محدود وسعت کا آغاز ہوتا ہی، یا محسوسہ اشیاء کے انبار کے نیچے جو غیر معلوم شے دبی رہتی ہی، پہلے مسئلہ یعنی علم کے اضافی ہونے کی بحث مین شے حقیقی سے یہی محسوسات کے ڈھیر کے نیچے دبی ہوئی غیر معلوم شی مراد ہی، اور دوسرے مسئلہ مین یہی اشیائے محسوسہ مراد لی گئی ہین، جنکا علم بغیر ذریعہ وتوسط ذہن انسانی کو حاصل ہوا کرتا ہی، ان دونون جگہ لفظ اشیا ہم مفہوم نہین، اسی ایک لفظ سے علٰحدہ علٰحدہ معنی مراد لئے گئے ہین اور ظاہر ہے، کہ اس طرزِ عمل کے اختیار کرنے مین نہ کوئی تناقض لازم آتا ہی، اور نہ اس کے مماثل کوئی اور دوسری خرابی یا قباحت،

خاور نامہ دکھنی

از مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی، ایف، آر، اے، ایس، لندن

(۴)

مگر اس امر کا خیال رہے بعض مضمون کو اردو مین حذف بھی کر دیا گیا ہی مثلاً فارسی مین عنونات قرار دیئے گئے ہین :-

(۱) رفتن حضرت شاہ ولایت بربالاے کوہ بلور، (۲) کشتہ شدن اژدہا بدست امیر المومنین،

(۳) در مواعظ فرماید، (۴) بخواب دیدن ابن حسام فردوسی را

(۵) آگاہی یافتن حضرت علیؓ..........

اس کے برخلاف اردو مین جو عنوانات ہین وہ حسب ذیل ہین،

(۱) رفتن امیر المومنین برکوہ بلور،

(۲) رفتن ابو المحجن بر حصار آدمی خوار،

(۳) بازگشتن مالک و ابو المحجن از حصار آدمی خوار،

(۴) آگاہی یافتن علیؓ.......

اژدہے کو قتل کرنے کے حالات عنوان نمبر۳ مین بیان کر دیئے گئے ہین، خواب دیکھنے اور "مواعظ" کا ذکر اردو مین بالکل متروک کر دیا گیا ہے، اس تفصیل کے بعد بطور نمونہ فارسی اور دکھنی نظم ساتھ ساتھ پیش کیجاتی ہے :-

دکھنی

جو آیا ہے یک قافلہ کاروان

فارسی

یکے کاروان آمد آراستہ

دکھنی

بھریا ہے تمام دشت سب ساروان

دو و پہاڑ انو پان بھری بار سب

مرصع کفل ہین اسی تار سب

پروی ہین موتی ذنب کے بالین

جری ہین جرت سب دو خلخال ہین

زمین تھی اپرایا جون کچ رہے،

اسی ٹھار تھے سب زمین رنج اہے

بھی انوپان کی کیونکر وکری شور تھے

زمین شور کرتی تھی دررو زپے

اگر شاہ کون گنج درکار رہے،

تو بھیجو کسی گنج پر بار رہے،

سواران دیا بیچ کر یکہزار

جو لیاؤ کاروان کاتھین رخت و بار

ابو المحجن کر دشہ سون کہیا

جو خورشید کون کوئی رکھے نہین چھپا

فارسی

ہمہ دشت از ایشان پراز خواستہ

روندہ ہیونان پراز بارہا

مرصع کفل پوشش و افسارہا

ہمہ دم پراز گوہر شاہ وار

ہمہ طوق بازو و خلخال دار

صباز ہیونان ہامون نورد

زہامون بگردون سارندہ گرد

ز ابریشم و مشک و عود و عنبر

زو یبائے رومی و حبشی حریر

زمین را تو گوئی گنج اندر است

ز بار ہیونان برنج اندر است

کنون گر بود شاہ را رائے گنج،

بدست آیدش گرکشد پائے رنج

نوادر فرستاد مردے ہزار

کہ بستارند از کاروان رخت و بار

ابو المحجن کرد با شاہ گفت

کہ خورشید تابان نماید نہفت

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، خاور نامہ بیجاپور کی رزمیہ مثنوی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے گولکنڈہ[۵] کی رزمیہ مثنوی سے اس کا مقابلہ کیا جائے، اگرچہ خاص اسی مضمون مین گولکنڈہ کی کوئی مثنوی نہین ہے، مگر دوسرے مضمون سے دو شخصون کا مقابلہ دو فوجون کی لڑائی کے حالات پیش کیے جا سکتے ہین، گولکنڈہ کی یہ مثنوی جس سے مقابلہ مقصود ہے، "ظفر نامہ"، مصنف غلام علی خان لطیف ہے، جو سنہ ۱۰۹۰ھ مین مرتب ہوئی ہے، اس مین محمد بن حنفیہ کے متعلق ایک فرضی داستان ہے، اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتبخانہ مین موجود ہے،

مثلاً دو شخصون کا مقابلہ ملاحظہ ہو:-

خاور نامہ	ظفر نامہ
مقابلہ حضرت علیؓ و طہماس	مقابلہ علی اکبرؓ و زنگی
ادیون بول کر قصد جولان کیا،	سپر گرز کا تب اٹھا یون طراف
کمان زہ کیا سور میدان لیا،	نے تیو دو صف کہ خلایق براق
کسی تیر باران دونو مل کر سخت	دے گرز سنگین دھمک کہ تلے،
ہوا کالا خورشید کا روے بخت	یو شہ زادہ کہ ہار بند بند ہلے،
بہت تیر لیتی انو بر سپر	ولیکن شجاعت مین کچ شک نہ تھا
تون ہوے گا سپر انکو دان آئے پر	دکھل کے تھی یو شیر بیشک اتھا
خالی کیتی ترکش ز تر حد تنگ	قضارا دوم ضرب الغالبین
نیزے لیکر ادکھوے بار و جنگ	منگیا ملے شہ پر سو باکر دکین
لگے نیزے لیکر او جندان ستیز	علی اکبر اس وقت لے نام رب
ہوئے نیزے ہاتان مین زیر زبر	لیکر گرز تین کا رنمن نے تب

خاور نامہ	ظفر نامہ
دہانی انو تسی کو پال و گرز	پھرا کر پر اگر ہو تس سس پر،
دکھائی مردی اپنی بھاری وزر	لنک یتون سو ماری والبیس پر
ہوئی کوتنی بھی زرم پالہا	وشیطان بچہ لاک حیلہ سنگات
سنگسینی کسی ہت مین کو پالہا	یو کر گرز رو اپنی دہال سات
کیا تیغ طہماس کرنے کون جنگ	سکا کر سنگیا تیغ لے بدل
کیا شیر سون بہوت کوشش پلنگ	اسے بے لیکر کاریو شد نول
عجب کہتی دیکھ حیدر نام دار	اسے تیغ بتن کر کو سید اعلم.
اچائی اپنی سر کے اوپر ذوالفقار	گئے چار کر سس فرس کہ قلم،
کرے ایک اس تیغ کون مایہ دار	عبس زور پر زور کر کر نکنیا
تون ہوے گا خورشید کون سایہ دار	ولے ذرہ تر تین اچانن سکیا
موا اور تھی طہماس کا مگر جون زر	علی اکبر اس تتن لنکو نا سو کنج
لیا مانکہ اپرا اوپے زرین سپر	پھرا ہنس ہو ماری اچالی دی وپیچ
ماری سر اپر تیغ آہن گذار	وبے شرم بہ پر کواٹ دین پکر
سپر سر اپر اس ہوا جون غبار	لیا جا کو قوت نے دو بکرے جنگیر،
جون اس شیر کی تیغ کاتی سپر	تو شہ نے تو نیورا کو کمراہ پتر،
چرایا بھی طہماس بد خواہ سر	خنجر ماری یون تس کمرگاہ پر،
کھوڑے کے عینن کون پرایا او تیز	انی جہل کہ تیون تان نے ہو کو بار
چلیا تازی کون لیکر راہ گریز	پری تھون سوا تہا ہو جون کر ہشار

جنگ مغلوبہ کا انداز ملاحظہ ہو:-

خاور نامہ

لیات ہات اس وقت شمشیر شیر
بہت سر جو تن تے انے لیا باز پر
ہر یک حملہ مین ماریا دلدل سوار
وہان تین سو مردیے نام دار
انے گرزلے ہات شیر نبرد
کو پیا بہوت استبار سر ہائے مرد
چلے سگل یاران حیدر زجائے
پالے لشکر کون سکل زپائے
دو لکا کا لشکر وان آیا بہم
ہوا سب بہر پاتا کہ زیر و بم
اٹھے گرد مردان جو کینی شتاب
ہوا کالا اسنبار کون آفتاب
ہوا وان جگا جاگ تیغ و تبر
جو ہمس ہوش بسے کان مین یکدگر
نیزے کیان سنبان کیان خون نجاگ
زرہ تن پر مردان سب چاک چاک
نیزے کیان سنبان سینہ چیز تہان
کہولیان وان سنبان پی کلو کر تہان

ظفرنامہ

دیا حکم مروان کہ تین تب یزید
نکا لو اتا بہار لشکر شدید
اسی حکم مین چار دہ لک سوار
ملاان مین کنجر متی کے ہزار
سگل تین ملا چار دہ فوج کر
پس و پیش دین بحر کا موج کر
چلا لوٹ کہ بہار مروان لعین
کھڑا ہیر رہیا جا کو تب نزدھن
یو یزیدیان چار دہ فوج ہو
کھڑے باند صف بحر کہ موج ہو
دمامے بجاتے سا؛ سیاہ
نشانان کھڑے کھول کر روسیاہ
دگر ایسا ہنگامہ تو یو شیر نر
ترنگر تین دتا آگو میدان پر
محمد حنیفہ نے صف صفدری
نشانان کھڑے کھول کر حیدری
طبل حیدری یون تو بجنے لگیا
کہ جون جنگ پر بادل گرجنے لگیا

خاور نامہ

وان پیکان کھولیان پے بند گرہ
تھا لہو بہتا بہتا زمین کے اپر
سواران کے پانو نہاری تین لگ دگر
بھی یک طرف تھی کوئی خادران

برستے تھے شمشیر و گرز گران
بہی یکطرف تھے کوئی خبردار نہین
کہ لشکر کئی جھگرا کرتے وہین
تھی وضع ہونا تھا تا شاہ زنگ
زمین کیتا رولیان کی لشکر پھنگ
علم شاہ مغرب کیا سرنگون
دیا دان اجت جاکر در موج خون
فلک کا دامن سب شفق خون کیا
زمین کی تلین جون فریدون کیا

ظفرنامہ

یو سنکر صدا تب حصار دمشق
لرزنے لگیا پھو رجھگرے کا عشق
جب اس وضع آراستہ صحن ہوا
یو دہشت کے دو فوج سب سین ہوا

....

زنگ تین سو کر گرم کادی مین لیا
سکل تین سو دین بانوی وادی مین گیا
کہ مغرب مین کہ فوج مشرق منی
سین مارتے تورتے لیا امنی
جنوبی مین کا فوج سٹ ور شمال
اشارت کئے بھائی تین جگ جال
ولیکٹ دو اشارت سگل تین سنبھال
فرنگ پکہ کر ہور ترنگ تین اچھال
صف اسلام کالے کو ہشتاد ہزار
بیتے پر کو پر چار دہ لک سوار
لجان لگے سب تو یون مارنے
کہ دعوی حسین نبن سارنے
نران کا تو سنکر بلند: ی ہو

خاور نامہ　　　　ظفرنامہ

لرزنے لگے بحر و بر چار سو،

کہ چونکہ ہر یوغل اٹھا مار مار

یکر سور نا سوٹ کا تھا ہنکار

اس مقابلہ سے واضح ہو سکتا ہے، اگرچہ دونون فارسی سے ترجمہ کی گئی ہین، مگر رستمی نے جس خوبی سے نفس مضمون کو سادہ زبان مین ادا کیا ہے، وہ قابل تعریف ہے، خاور نامہ کے اکثر حصے نظم نہین بلکہ نثر معلوم ہوتے ہین، دونون کتابون کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہو کہ لڑائی کے حالات، مقابلہ کے اتفاقات کی کیفیت رستمی نے جس خوبی سے بیان کئے وہ نطیف نے بیان نہین کئے۔

مضمون کی طوالت کے خوف سے مین اس کے متعلق مزید صراحت نہین کرتا، مختصر طور پر رستمی کے کلام کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے اسکو ختم کرتا ہون،

خاور نامہ کی خصوصیات مین نے مختصر طور پر ابتدا مین بیان کردیئے ہین، کلام کے اقتباسات سے واضح ہوسکتا ہے، رستمی کس قدر بلند پایہ شاعر تھا، اس نے اس قدر ضخیم مثنوی جو چوبیس ہزار شعر پر مشتمل ہو صرف ڈیڑھ سال کی مدت مین مرتب کردی،

خاور نامہ باوجود اپنی ضخامت کے مسلسل قصہ ہو، اسکی زبان بالکل صاف اور سادہ ہو، بلکہ اکثر مقامات پر نظم نہین بلکہ نثر معلوم ہوتی ہو، جو مثنویان اسکے بعد لکھی گئی ہین ان پر زبان کی سادگی اور اسلوب بیان کی خوبی کے لحاظ سے فوقیت رکھتی ہے، اسکے مطالعہ سے بخوبی ثابت ہوسکتا ہو کہ رستمی نہ صرف زبردست شاعر بلکہ استاد فن تھا، شاعرانہ قابلیت مین وہ اپنا آپ نظیر تھا،

رستمی نہ صرف مثنوی گو تھا بلکہ اس نے قصائد اور غزل بھی کہے تھے، جو افسوس ہے مفقود ہین، ممکن ہے کبھی ان کا پتہ چل جائے، اور رستمی کے کمال کو ظاہر کرین، بہرحال خاور نامہ ہی رستمی کے اعلیٰ شاعر ہونے کی کافی ضمانت رکھتا ہے،

تلخیص و تبصرہ

فارس مین زلزلے

فارس مین بحیثیت مجموعی یورپ سے کم مگر اکثر ایشیائی ممالک سے زیادہ زلزلے آتے ہین، تاہم ان کا ذکر کتابون مین کم آیا ہو، واٹسن (WATSON) کا بیان ہو کہ فارس کے بیشتر حصون مین زلزلے نہایت کثرت سے آتے ہین، الیمین (ALLEMAYNE) ان کا شمار طاعون اور قحط کے ساتھ کرتا ہو جن سے ملک کو برابر خطرہ رہتا ہو، ناصر خسرو (سنہ ۱۳۴۰ء) کی روایت ہو کہ اباقاخان (سنہ ۱۲۶۷ء) کے عہد حکومت مین نیشاپور ایک زلزلے سے بالکل برباد ہوگیا تھا، واجد الدین زنگی نے سنہ ۶۶۹ھ (سنہ ۱۲۷۰ء) مین اسے دوبارہ تعمیر کیا، اسی طرح کا ایک زلزلہ اس شہر مین سنہ ۸۰۸ھ (سنہ ۱۴۰۵ء) مین آیا جس سے اکثر باشندے ہلاک ہوگئے، یاقوت کی تصنیف "معجم البلدان" مرتبہ رکن الدین کوہی مین بیان ہو کہ تیسری صدی کے آغاز مین شہر شیراز کا ایک فاضل منجم ابوطاہر نامی رہتا تھا جس نے پیشینگوئی کی تھی کہ سنہ ۲۳۵ھ (سنہ ۸۴۹ء) مین آفتاب کے برج عقرب مین داخل ہونے پر تمام شہر مین زلزلہ آجائے گا، یہ دیکھکر کہ لوگ اس پیشینگوئی کا یقین نہین کرتے اس نے صوبہ دار سے درخواست کی کہ ان کو جبراً شہر سے باہر کردیا جائے، صوبہ دار نے حتی الامکان سب کچھ کیا لیکن وہ نصف سے زیادہ آدمیون کو ہٹا نہ سکا، زلزلہ ٹھیک اسی وقت پر آیا جس کی پیشینگوئی کی گئی تھی، اور چالیس ہزار جانین تلف ہوئین، اسی صوبہ مین کوہستان مین سنہ ۱۰۵۲ء مین ایک سخت زلزلہ آیا، جس مین دو ہزار آدمی ہلاک ہوئے اس کے بعد

سنہ ۱۸۷۱ء، سنہ ۱۸۹۳ء اور سنہ ۱۸۹۵ء مین زلزلے آئے اور آخر لوگون نے اس شہر کو چھوڑ دیا، سنہ ۱۸۳۰ء مین
واٹسن کے بیان کے مطابق فارس مین متعدد زلزلے آئے، موریئر (MORIER) لکھتا ہی بعض اوقات
دماوند مین نہایت سخت زلزلے آتے رہے، جون سنہ ۱۸۱۱ء مین جب ہم لوگ وہان تھے تو ایک سخت زلزلہ
آیا اور نو سال قبل (سنہ ۱۸۰۲ء مین) یہ زلزلے ایسے سخت اور متواتر تھے کہ مازندران کے بہت سے گاون
بالکل برباد ہو گئے، اسی طرح سمنان اور دامغان کے شہرون کو شدید نقصان پہونچا، بیان کیا جاتا ہی
کہ کل شہر اور گاون برباد ہو گئے، تبریز اور اس کے نواح کے زلزلون کے متعلق شہادتین بہت کافی ہین،
لے اسٹرینج (LESTRANGE) نے ان زلزلون کا ذکر کیا ہی جن سے سنہ ۸۵۸ء اور سنہ ۱۰۴۲ء
مین تبریز برباد ہوا اور چالیس ہزار باشندے ہلاک ہوئے، سنہ ۱۷۲۱ء مین تبریز مین ایک ایسا سخت
زلزلہ آیا جس سے اسی ہزار جانین ضایع ہوئین، میلکم اپنی تاریخ فارس مین لکھتا ہی کہ اس زلزلہ
مین تبریز بالکل برباد ہو گیا اور ایک لاکھ آدمی ہلاک ہوئے، تبریز کے متعلق موریئر سنہ ۱۸۱۱ء مین یہ
لکھتا ہی کہ دیوارون کے قریب باب طہران سے ملی ہوئی ایک منہدم مسجد ہی جو چھ سو سال قبل تعمیر ہوئی
تھی اور تیس سال کے اندر ایک زلزلے سے مسمار ہو گئی، یہان کے باشندے متواتر اور سخت زلزلون
کی شکایت کرتے ہین جنکا سبب ان کے نزدیک وہان کے کوہ آتش فشان ہین جنمین سے شعلے
نہین مگر دھوان نکلتا ہی، دھوان اتنا تیز اور مضرت رسان ہوتا ہی کہ اگر اس مین کوئی کتا یا
مرغ پڑ جائے تو فوراً ہی مر جائے، زلزلون کے خطرہ سے اہل تبریز جہان تک ممکن ہوتا ہی عموماً
پست مکانات بناتے ہین، اور بجائے اینٹ اور چونے کے تعمیر مین لکڑی استعمال کرتے ہین
یہی سبب ہی کہ بازارون مین صرف لکڑی کی چھتین ہوتی ہین، اور محراب نہین ہوتے، سنہ ۱۸۱۱ء
مین موریئر قزوین کے ذکر مین لکھتا ہی کہ "یہ تقریباً کھنڈر تھا، حال ہی مین ایک زلزلہ سے
عمارتین گر گئین، اور قریب ہر دیوار مین شگاف پڑ گئے، بنو عباس کی تعمیر کردہ ایک بڑی مسجد

بالکل مسمار ہو گئی ہی، اور اسکی موٹی موٹی دیوارین بہت سے مقامات پر پھٹ گئی ہین، جنوبی فارس مین
اگرچہ مقامی روایات اور موجودہ لوگون کے بیانات یہ ہین کہ اس حصہ مین بھی زلزلون کی آمد اکثر ہوتی رہتی
ہی، تاہم حال کی کتابون مین اسکا ذکر کم آیا ہی، یہ امر قابل لحاظ ہی کہ ساسانی وقتون اور بعد کے بنے ہوئے
زبردست پلون مین سے جنمین سے اکثر نہایت خوبصورت، ٹھوس، اور مضبوط تھے، اس وقت ایک بھی
موجود نہین تھے، ان مین سے بعض کے کھنڈر دیکھ کر یہ پتہ چلتا ہی کہ زلزلے نے ان کی یہ حالت کر دی ہے
ولس (WILLS) نے بہت تفصیل کے ساتھ شیراز کے ایک زلزلہ کا ذکر کیا ہی، جو سنہ ۱۸۶۰ء
اور سنہ ۱۸۶۹ء کے درمیان آیا تھا، اور جس سے بہت زیادہ اتلاف جان ہوا، اسکا بیان ہی کہ اسکے قیام کے زمانہ
مین نواح مین چھوٹے چھوٹے زلزلے اکثر آیا کرتے تھے، چنانچہ اب تک وہان لکڑی کے مکانات کو جو
باغون مین ہوتے ہین زلزلہ خانہ کہتے ہین، سنہ ۱۸۹۰ء مین فارس (FARS) مین کئی بار زلزلہ آیا
اور جہروم مین تقریباً تیس آدمی ہلاک ہوئے، فروری سنہ ۱۸۹۴ء کے آخر مین شیراز اور اس کے نواح مین
ایک زلزلہ آیا، جس سے جان اور مال کا نقصان ہوا، مستوفی نے سیستان کی ایک سونے کی کان کا
ذکر کیا ہی، جو دور آخر کے غزنویون کے عہد مین ایک زلزلہ کے باعث برباد ہو گئی تھی اور اس طرح
دب گئی تھی کہ اس کی جگہ تک دکھائی نہین دیتی تھی،

حال مین دو سخت زلزلے اضلاع نابندان اور سیستان مین ۱۲ و ۱۳ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء کو آئے،
اور ۲۲ اگست سنہ ۱۹۲۸ء کو ایک زلزلہ نمودار ہوا جسکا اثر سبزوار، نیشاپور اور شروان مین محسوس ہوا،
اس سے دس جانین ضایع ہوئین، ایک نہایت سخت زلزلہ ۲ مئی سنہ ۱۹۲۹ء کو آیا، اور صوبہ خراسان
مین چوبیس گھنٹے کے اندر دور و دراز مقامات پر بارہ مرتبہ اس کے صدمات محسوس ہوئے، شروان
بجنورد، اور جاجرم کو سخت نقصان پہونچا، اور سرحد کے پار ضلع اسخ آباد مین اکہزار آدمی ہلاک ہوئے،
فارس کے اندرونی حصہ مین بھی اس زلزلہ کا اثر دور تک پہونچا، اور خاکی اور باغم کے شہرون کے

درمیان اٹھارہ میل تک تین گز چوڑا اشگاف زمین مین ہوگیا، ۳۲۵۳ آدمی ہلاک ہوئے، ۱۱۲۱ زخمی ہوئے، ۸۳ گاؤن برباد ہو گئے، اور ۲۲۴۵۶ جانورون کی جانین گئین، ایک اور زلزلہ ۹ مئی سنہ ۱۹۳۰ء کو سلماس (SALMAS) مین آیا جسمین تقریباً دو ہزار جانین تلف ہوئین،

فارس مین زلزلون کی کثرت کا اندازہ حسب ذیل اعداد سے ہوتا ہی:-

(۱) سنہ ۸۵۰ء سے سنہ ۱۸۰۰ء تک بیالیس زلزلون کے حالات قلمبند ہین، جنمین سے زیادہ تر سنہ ۸۵۰ء اور سنہ ۱۲۰۰ء کے درمیان واقع ہوئے، اس طرح تیس سال مین ایک زلزلہ کا اوسط پڑتا ہی،

(۲) دوسرا عہد سنہ ۱۸۰۰ء سے سنہ ۱۹۰۰ء تک ہی، اسمین ستر زلزلون کا بیان ہی،

(۳) سنہ ۱۹۰۰ء سے سنہ ۱۹۳۰ء تک پچاس زلزلے آئے یعنی تقریباً ہر ششماہی مین ایک زلزلہ،

(بلیٹن، اسکول آف اورنیٹل اسٹڈیز لندن)

ہندوستان کی تعلیمی حالت پر ایک نظر

بڈفرڈ کالج (BIDFORD COLLEGE) لندن یونیورسٹی نے اپنے ہان ہندوستان کے موجودہ مسائل پر متعدد تقریرون کا اہتمام کیا ہی اس سلسلہ کی پہلی کڑی سر فلپ ہارٹوگ (SIR FHILIP HARTOG) کی تقریر ہی جسمین سابق صدر تعلیمی کمیٹی، سائمن کمیشن نے ہندوستان کے مسئلہ تعلیم سے بحث کی ہی، سر تھیوڈور مارلیسن (SIRTHIODORE MORISON) نے کرسی صدارت سے تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ اس مضمون کا تعلق بہت کچھ گول میز کانفرنس کی کارروائی سے ہے، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ جو دستوری انقلابات اس وقت زیر غور ہین، انکی کامیابی یا ناکامی بڑی حد تک خود مختار ہند کے باشندون کی تعلیمی حالت پر منحصر ہین، انیسوین صدی کے ابتدائی دور کے بعض اہل فکر کے ذہن مین یہ بات تھی کہ ایک روز آنے والا ہی جب مغربی تعلیم کے زیر اثر ہندوستانیون

کے دماغ مین حکومت خود اختیاری کا ایک زبردست اور ناقابل برداشت جذبہ پیدا ہوگا، سر فلپ ہارٹوگ نے یہ یاد دلاتے ہوئے کہ موجودہ تعلیمی نظام کی ابتدا سر چارلس ووڈ (موجودہ وائسرلے کے دادا) (SIR CHARLES WOOD) صدر بورڈ آف کنٹرول (BOARD OF CONTROL) کے مراسلہ مورخہ سنہ ۱۸۵۴ء سے پڑتی ہی کہا کہ امریکہ مین پروپگنڈا کے ماتحت جس کے دور کرنے کی ہم نے کچھ بھی کوشش نہین کی ہی، بہتیرے آدمیون کو پختہ طور پر یقین ہی کہ برطانیہ نے عمداً ہندوستان کو ایسی تعلیم دی ہی جو غلامی کی ذہنیت کے مناسب حال ہو، انھون نے بیان کیا کہ سر چارلس ووڈ کا مراسلہ اور اس پر جو عمل درآمد ہوا وہ اس الزام کا کافی اور مسکت جواب ہین، ان کے علم مین تعلیم کی تاریخ مین اس سے زیادہ مدبرانہ اور جمہوریت پسند مسودات بہت کم ہین،

سر فلپ ہارٹوگ نے ہندوستانی یونیورسٹیون پر تنقید کرنے والے دو انتہا پسند گروہون کے خیالات بیان کئے، ایک گروہ تو ان پرانے طرز کے لوگون کا ہی، جنکا خیال ہے کہ ہندوستانی یونیورسٹیون مین صرف اساتذہ ہی نے معیار تعلیم کو قایم کیا ہی، اور تشکیل سیرت کو یونیورسٹی کے اہم ترین مقاصد مین شمار کیا ہے، دوسری طرف وہ گروہ ہے، جنکا خیال ہے کہ ہندوستان مین انگریزون کے آنے سے پہلے تعلیمی حالت بالکل درست اور مناسب تھی، نظام تعلیم کی تمام خرابیان انگریزون ہی کے قدم کی برکت سے ہین، اور جدید دور حکومت کے قیام کے ساتھ ہی موجودہ نقائص ایک دم غائب ہو جائین گے، سر فلپ ہارٹوگ کی رائے مین حقیقت ان دونون خیالات سے علحدہ ہی، برطانوی مہتممین تعلیمات کا اصل قصور یہ تھا کہ انھون نے سطح نظر کافی بلند نہین رکھا، دوسری طرف یہ لوگ انفرادیت کی اہمیت سے بھی بے خبر تھے، علاوہ برین انھون نے ان قوتون کا اندازہ بھی کم کیا، جو صدیون سے ہندوستانی دماغ مین پوشیدہ تھین، لیکن انگریزون کا یہ دعویٰ زیادہ مضبوط ہی کہ انھون نے معیار نظم کو قایم رکھا یا کم از کم اسے قایم رکھنے کی کوشش کی، ہندوستانی ممتحنین مین بعضون کا (سب کا نہین) یہ خیال ہے کہ یونیورسٹی کی ڈگری کوئی

ایسی سند نہین ہو جو صرف انھین لوگون کو دیجائے جو حقیقی معنون مین اس کے اہل ہین اور جس سے عوام کو اطمینان ہو سکے کہ اس کے حاصل کرنے والے دراصل ایسی قابلیت بھی رکھتے ہین، بلکہ یہ کہ یہ ڈگری ایک ایسی سند ہے، جو مستحقین کو فیاضی کے ساتھ دیجاتی ہے، اس قسم کی رعایتون کے خلاف اکثر انگریزون نے جدوجہد کی ہو اور خوش قسمتی سے اب ہندوستان کی بڑی بڑی یونیورسٹیون کے اساتذہ مین جو حقیقۃً صاحب فضل وکمال ہین ایک نئی روح پیدا ہو رہی ہو،

سر فلپ ہارٹوگ کی تقریر کا ایک اہم حصہ وہ تھا جسمین انھون نے اس انقلاب کے امکان سے بحث کی جو ہندوستانی نظام اور قومی جذبہ کے ماتحت تعلیم مین پیش آنے والا ہو، ایک پادری نے پیشینگوئی کی ہو کہ نئے دور حکومت مین تعلیم مغربی نہ رہجائیگی، بلکہ مشرقی ہوجائیگی، اور اس طرح ہندوستان ایکہزار سال پیچھے ہوجائیگا، اور اس قدیم زمانہ کی یاد تازہ کریگا جب وہ اپنے قیمتی خیالات کثرت سے دوسرے ملکون کو دیا کرتا تھا، مگر خود ان کے عوض مین کسی ملک سے کچھ نہ لیتا تھا، اس سلسلہ مین یہ امر قابل لحاظ ہو کہ مسٹر شاستری جیسا محب وطن بھی اس خطرہ سے واقف ہو، حال مین انھون نے لندن مین تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ مجھے قوی امید ہو کہ جذبہ وطنیت کو غلط طور پر استعمال کرکے انگلش لٹریچر کو جس کی بدولت ہندوستان کو موجودہ سیاسی امیدین حاصل ہوئی ہین ہائی اسکولو اور یونیورسٹیون مین اس کے مرتبہ سے گرایا نہ جائیگا، سر فلپ ہارٹوگ نے جنکا خطبہ تمامتر ہندوستانی ذہنیت کیساتھ ہمدردی سے پُر تھا، اس امر کیجانب توجہ دلائی کہ سائنس کی حکومت مین قومی حدود کا وجود نہین ہوتا، ایسے حدود لٹریچر، آرٹ، فلسفہ اور مذہب مین ہوتے ہین، لیکن بڑی بڑی قومون مین یہ حدود ایک دوسرے سے ملکر ان قومون کیلئے باہمی استفادہ کا باعث ہوتے ہین، موجودہ دور مین ہندوستان کے سب سے بڑے اہل قلم سر ربندر ناتھ ٹیگور کی ہندوستانیت مین اس کمال کی وجہ سے کوئی کمی نہین ہوتی ہو جو انھین مغربی تعلیم وتمدن مین حاصل ہو، سر فلپ کو یقین نہین کہ اس زمانہ مین جبکہ اختراعات سائنس نے اقوام عالم کو باہمی تبادلہ خیالات مین ایک دوسرے سے اس درجہ قریب تر کردیا ہے، ہندوستان از سر نو تمام دنیا سے علیحدہ اپنی ایک راہ اختیار کرسکیگا، (ٹائمس تعلیمی ضمیمہ)

برطانوی یونیورسٹی مین ہندوستانی تہذیب وتمدن

ٹائمس مورخہ ۲۳ جنوری ۳۱ء مین گیارہ ذمہ دار اشخاص کے دستخط سے ایک خط شائع ہوا ہو جسمین یہ اہم تجویز پیش کی گئی ہے، کہ انگلستان کی کم از کم کسی ایک یونیورسٹی مین ہندوستانی تہذیب وتمدن (CULT-URE) کی تعلیم بھی نصاب مین داخل کیجائے اور اس کے لئے ایک مستقل پروفیسر مقرر کیا جائے، صاحبان مراسلہ کے نزدیک یہ ایک ضروری امر ہو، نہ صرف اس لئے کہ انگلستان کو ہندوستان سے بہتر طور پر واقفیت ہو، بلکہ اسلئے کہ ہندوستانی طلبہ اساتذہ فن کی نگرانی مین خود اپنی تہذیب وتمدن کا مطالعہ کرسکین اور اس کی اہمیت سے کما حقہ واقفیت حاصل کرین، یہ الزام کہ انگلستان باوجود اپنی اہم ذمہ داریون کے جو اقوام مشرق سے متعلق اس پر عاید ہوتی ہین، مشرقی تہذیب وتمدن کی جانب سے بالکل غافل تھا، ایک بڑی حد تک اس طرح دور کیا گیا کہ دوران جنگ مین لندن یونیورسٹی مین اسکول آف اورنٹیل اسٹڈیز (SCHOOL OF ORIE-NTAL STUD-IES) قایم کردیا گیا جہان اساتذہ کا زیادہ وقت ہندوستان کی تاریخ، مذہب، لٹریچر، اور قانون کی تعلیم مین صرف ہوتا ہو، لندن یونیورسٹی مین طلبہ کو اختیار ہو کہ وہ ہندوستانی علم اثریات (ARCHA-EOLOGY) کو آنرس کورس مین اپنے لئے منتخب کرسکتے ہین، دوسری یونیورسٹیون مین بھی ضمناً کسی حد تک ہندوستانی علوم وفنون کی تعلیم ہوتی ہو، لیکن اس سے انکار نہین کیا جاسکتا کہ انگلستان کی کسی یونیورسٹی مین ان کے لئے کوئی مستقل پروفیسر یا لکچر نہین ہو، اس مضمون پر حال مین مسٹر کوڈرنگٹن (K. DE. B CODRINGTON) نے کسی اخبار کے مراسلہ مین لکھا تھا کہ زبان اور تاریخ کی تعلیم ایک چیز ہے، اور سائنٹفک تمدنی تعلیم، انسانیات (ANTHROPOLOGY) اور علم اثریات (ARCHACOLOGY) بالکل دوسری چیز ہے، ادبیات ہند کی تعلیم تو ڈیڑھ صدی سے ہو رہی ہے کیا ابھی وقت نہین آیا کہ ہندوستان کی تہذیب وتمدن کا مطالعہ بھی شروع کردیا جائے،

جس خط کا ذکر اوپر کیا گیا ہی، اسمین یہ تجویز پیش کی گئی ہی کہ اس مسئلہ کے متعلق مفصل طور پر غور و بحث کرنے کے لئے جلد از جلد ایک کمیٹی مقرر کیجائے، اس مسئلہ سے بہت کچھ ملا ہوا یہ سوال بھی ہے کہ باوجود اس کے کہ دنیاے اسلام سے برطانیہ کے نہایت اہم اغراض وابستہ ہین تاہم قانون اسلام کو وہان اتنی حیثیت بھی نہین حاصل ہی جتنی فرانس یا دوسرے یورپین ممالک مین جہان اس کی تعلیم کے لئے یونیورسٹیون مین مستقل پروفیسر مقرر ہین، لندن یونیورسٹی مین آئی، سی، ایس کے امیدوارون کو شرع محمدی اور دھرم شاستر کی تعلیم دیجاتی ہی، جیسا کہ یہ دونون قوانین برطانوی ہند مین نافذ ہین، لیکن خود مملکت انگلستان کے اندر ہندوستان اور ملایا کی مسلمان ریاستین، مشرقی افریقہ، سائپرس، نائجیریا، اور اس کے باہر مصر، سوڈان، عراق، فلسطین اور زنجبار ہین، جن سے مملکت انگلشیہ کے خاص تعلقات ہین اور جہان شرع محمدی کو نہایت اہمیت حاصل ہی، ان ممالک مین قانون اسلام کی اہمیت اس سے کہین زیادہ ہی جتنی برطانوی ہند مین اسکو حاصل ہی، اس وسیع مضمون کی تعلیم کے لئے ضروری ہی کہ قانون اسلام کا ایک مستقل پروفیسر ہو، حال مین لندن یونیورسٹی کے امتحان ال، ال، بی، کا نصاب ایک کمیٹی کے سامنے زیر بحث تھا، اس کمیٹی کی رائے تھی کہ علاوہ اس شرع محمدی کے جو برطانوی ہند مین رائج ہی، اصل قانون اسلام بھی نصاب مین داخل کر دیا جائے، لیکن پھر اس کے لئے ایک خاص پروفیسر کی ضرورت تھی، اور کمیٹی کو معلوم تھا کہ نہ تو یونیورسٹی خود اس بار کی متحمل ہو سکتی ہی، اور نہ اس کے کسی اسکول کے پاس ایسے پروفیسر کی تنخواہ کے لئے کافی سرمایہ ہی، ضرورت ہی قانون اسلام کے ایک پروفیسر کی یا کم از کم ایک ریڈر کی موخر الذکر کے لئے بیس ہزار سے پچیس ہزار پونڈ تک کے مستقل سرمایہ کی ضرورت ہوگی، اور پروفیسری کے لئے تیس ہزار پونڈ یا اس سے بھی زیادہ چاہئین،

"ع ز"

لغات جدیدہ

بیس ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری، قیمت عہ

اخبار علمیہ

ہندوستان اور کینیڈا کے فضائی حالات مین مناسبت

علم فضا کے نصف صدی کے تجربات و تحقیقات کے مطالعہ سے قیاس کیا گیا ہے کہ ہندوستان اور کینیڈا کے فضائی حالات مین باہمی نہایت گہرا تعلق ہے، چنانچہ نصف صدی کا تجربہ بتاتا ہے، کہ اگر ہندوستان مین گرمی کا زمانہ نہایت شدت سے گذر گیا تو کینیڈا مین ٹھیک اس کے چھ مہینے کے بعد جاڑون کا موسم نہایت لطیف اور خوش گوار ہوگا، اور اگر ہندوستان مین گرمیون کے دنون مین چند مخصوص قسم کی بارش ہو جائیگی، تو کینیڈا مین اس کے چھ مہینہ کے بعد نہایت شدت کے جاڑے پڑین گے،

ہر ایک قوم کی مخصوص غذا

مختلف علمی تجربون سے یہ پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا ہے، کہ انسان جس قسم کی غذا کھانے کا عادی ہوتا ہے، وہی غذا، اس کے اور اس کی پوری قوم کے لئے طبیعت و صحت کے لحاظ سے مفید ہوتی ہے، اگر معمول غذا کو ترک کر کے کوئی دوسری غذا اختیار کر لیجائے تو صحت کو نقصان پہونچیگا، اور جسمانی اور عقلی قواء کمزور ہو جائین گے، چنانچہ امریکہ کے چند ماہرین فن نے اس امر کی تحقیق کیلئے ابھی حال مین خود متعدد تجربے کئے، اور تجربہ کے لئے خود ایسی غذائین کھانے لگے، جو اسکیمو قوم کی مخصوص غذا ہے، اور اسی کے ساتھ ان لوگون نے اسکیمو قوم کے افراد کو یورپ اور امریکہ کی معمول غذائین کھلائین، چنانچہ ان دونون قسم کے لوگون مین غذا کے تغیر کے اثرات پیدا ہو گئے، اور

دونون گروہ معدہ اور دانت کے امراض مین مبتلا ہو گئے، اور دونون کے جسمانی قویٰ پر خاص اثرات مترتب ہو گئے پھر اسی قسم کا تجربہ، افریقہ کی زنگی قوم کے چند افراد کے ساتھ کیا گیا، جس سے سابقہ تجربہ کی مزید تائید ہوئی، اور اب اصولی طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا ہے، کہ غذا کی نوعیت مین تغیر و تبدل کرنا صحت کے لئے مضر ثابت ہوتا ہی،

زمین کا وزن

آج کل پروفیسر ہائل واشنگٹن یونیورسٹی امریکہ تقریباً سات برس سے زمین کا صحیح وزن دریافت کرنے مین مصروف تھے مگر چونکہ کرۂ زمین کی سطح مین استوا نہین ہی، اس لئے پروفیسر ہائل کو اس کا ثقل دریافت کرنے مین شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن مسرت ہے کہ اب ان کی تحقیقات اپنے آخری نتیجہ تک پہونچ گئی ہے، چنانچہ انکی تحقیق کے روسے زمین کا صحیح وزن ۲۵۹۲ عدد مین داہنی طرف ۲۰ صفر کے اضافہ کے ساتھ قرار پایا ہے، اور ماہرین فن کے نزدیک زمین کا یہی وزن تسلیم کر لیا گیا ہے،

مچھلی کا کہربائی شکار،

چند سال ہوئے، سوئڈن کے چند ماہرین نے مچھلی کے شکار کے لئے ایک کہربائی جال تیار کیا تھا، اور جنگ سے قبل اس کا عملی تجربہ سوئڈن اور جرمنی مین کیا گیا تھا، جو کامیاب ثابت ہوا تھا، چنانچہ اب دنیا کے تمام بڑے بڑے شکار گاہون مین مچھلی کے شکار کیلئے یہی جال استعمال کیا جاتا ہی، کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ مچھلی، تمام حیوانات مین برقی رو سے سب سے زیادہ جلد اور سخت اثر قبول کرتی ہے، یعنی پانی پر جیسے ہی برقی رو کی لہرین پڑتی ہین، وہ مدہوش ہو کر آپ سے آپ پانی کے اوپر آجاتی ہے، اور پھر تھوڑی دیر مین برقی لہر کی تڑپ سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے، اس لئے یہ کہربائی جال مخصو
ص زیادہ کامیاب ثابت ہوا ہی، اور اس کی وجہ سے مچھلی کے شکار مین بہت زیادہ آسانی پیدا

ہو گئی ہے،

گھوڑ دوڑ کے مشاہدہ کے لئے ایک آلہ کی ایجاد،

چند سال ہوئے، مسٹر ہاربرٹ نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا تھا، جس کے ذریعہ سے انسان دور دراز کی چیزون کی اصلی شکل و صورت، وضع قطع اور صحیح نقل و حرکت کو دیکھ سکتا ہے، اس آلہ کا تذکرہ اکثر ان صفحات مین آچکا ہے، اب یہ متمدن ممالک مین عام طور پر رائج ہو چکا ہی، اور آج کل ایک فرانسیسی موجد اسی آلہ کو مختصر قالب مین ڈھالنے کی فکر مین مصروف ہے، کہ وہ اسقدر چھوٹا ہو جائے کہ جیب مین بھی رکھا جا سکے، فرانسیسی ماہر کی یہ تمام کوششین اس لئے ہین کہ اس آلہ کے ذریعہ سے گھوڑ دوڑ کے دیکھنے مین آسانی پیدا ہو جائے، خیال ہے کہ زیر نظر آلہ کی ایجاد کچھ مستبعد نہین ہی، اگر یہ ایجاد ہو گیا تو لوگ بڑے بڑے جلسون کی شرکت سے بے نیا
ز ہو جائین گے اور نہایت آسانی سے اپنے جیبی آلہ کی مدد سے دور ہی سے کھڑے کھڑے سب تماشے دیکھ سکین گے،

ایشیاے کوچک مین ایک امریکن وفد کی تاریخی تحقیقات

ایک امریکن وفد علمی و تاریخی تحقیقات کے لئے ایشیاے کوچک گیا ہوا ہے، یہ آجکل یہان کی ایک خاص قوم کی مدنیت کا سراغ لگا رہا ہے، چنانچہ اس وفد نے چند ایسے آثار دریافت کئے ہین، جو تاریخ کے دور حجری سے وابستہ ہین اور یہ قوم ان اطراف مین آج سے تقریباً بارہ ہزار برس پہلے سکونت پذیر تھی، اس قوم کے آثار مین اس زمانہ کے چند مکانات قلعون اور عبادتگاہون کو دستیاب کر لیا گیا ہے، اس امریکن وفد نے ایسی چند اینٹین بھی پائی ہین، جن پر کتبات منقوش ہین، لیکن وہ ابھی تک حل نہین کئے جا سکتے ہین، مگر یہ اندازہ لگا لیا گیا ہے کہ ان کا زمانہ کم از کم بارہ ہزار سال ہے، نیز چند زیورات وغیرہ بھی دستیاب ہوئے ہین، جن سے اس قوم کی اعلیٰ مدنیت کا سراغ لگتا ہے،

ستارون کی حرارت

بعض آلات رصدیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب کی حرارت کا درجہ اور ستارون سے زیادہ نہین ہے، البتہ بہت سے ستارے ایسے ہین جو اور ستارون کی نسبت سرد ہین اور سنٹیگراد کے پیمانے سے انکی حرارت کا درجہ ۶ ہزار سے زائد نہین، حالانکہ اس پیمانے کے روسے اکثر ستارون کی حرارت ۲۳ ہزار سے زیادہ ہے، عام اصول یہ ہے کہ ستارہ جس قدر گرم ہوگا، اسی قدر اسکا رنگ سفید مائل بہ نیلگون ہوگا، اور جس قدر اس کی نسبی حرارت کم ہوگی وہ اسی قدر سرخ ہوگا، یہ تو ستارون کی حالت ہی، لیکن سیارون مین حرارت عموماً کم ہوتی ہے، سب سے زیادہ گرم سیارہ عطارد ہے، لیکن باوجود اس کے اس کی حرارت کا انتہائی درجہ فہرنہیٹ کے پیمانے سے ۸۰ سے زیادہ نہین، اور اس سیارے کو ہوا محیط نہین ہے، چاند کی حرارت اس کی حرکت کے اختلاف سے گھٹتی بڑھتی رہتی ہی، لیکن بایہمہ بدر کامل ہونے کے بعد بھی اس پیمانے کے روسے اس کی حرارت کا درجہ ۵۵۰ سے زیادہ نہین بڑھتا،

ایک مصنوعی قالب انسانی،

امریکہ کے ڈاکٹر کلارک نے جسم انسانی کا ایک قالب اس غرض سے تیار کیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے علم تشریح کی تعلیم دیجاسکے یہ قالب انسانی جسم کے قدرتی قالب کے برابر ہے، اور انسانی جسم کے تمام اعضا، مثلاً دماغ پٹھے، ہڈیان، اور رگین اس مین پائی جاتی ہین، اور اس کی اندرونی چیزون کے دیکھنے کے لئے اس کو کھولا جا سکتا ہے، انھون نے مدتون مین اس کو تیار کیا ہے، اور وہ بالکل انسان کے جسم طبعی کی نقل ہے،

لچکدار پتھر،

امریکہ کے ایک شہر مین علوم طبیعہ کی اکاڈمی مین ایک عجیب وغریب پتھر آیا ہی جو اسقدر نرم اور لچکدار ہی کہ اسکو بڑ کیطرح لپیٹ لیا جاسکتا ہی پھر اسکو کھول کر بڑھا سکتے ہین علما اسکے خواص دریافت کر رہے ہین لیکن ابتک اسکے متعلق کچھ دریافت نہو سکا ہی۔

"م"

ادبیات

یادگار شاد

حضرت شاد مرحوم عظیم آبادی

کرین افشا جو رازِ بیکسی کو وہ کہان سمجھے | یہ وہ بھی یون کہ تم سمجھو تمھاری یا زبان سمجھے
اسی کو خوف بھی ہوگا خزان و برق و طوفان کا | جو اپنے آشیان کو رے گل اپنا آشیان سمجھے
نکلنے دی نہ دل کی حشر تک مجھ کو دبا رکھا | ارے ظالم زمین قبر تجھ سے آسمان سمجھے
وہ کیا جانین جو سے پیکر بنا لیتے ہین منہ اپنا | نظر آخر پہ ہو جس کی وہ اسکی ہچکیان سمجھے
ابھر جاؤ تو یون منہ سے نکالو گر نکالو بھی | کہ دل کا راز ہمدم اور نہ کوئی رازدان سمجھے
تمنائین بر آئین لے خدا صیاد کے دل کی | قفس کو عمر بھر ہم اپنا پیارا آشیان سمجھے
تشفی ہو گی، آئیگا مزہ ناصح کی باتون مین | بلا سے گر نہ سمجھے ہو یہی کہدو کہ "ہان سمجھے"
اشارون کا مرے مطلب لگانا شاد مشکل ہی | مرے شعرون کو وہ سمجھے جو گونگے کی زبان سمجھے

ایضاً

وہ اسکی جھوم کے انگڑائیان خدا کی پناہ | وہ چشم مست کی ترچھی سنان خدا کی پناہ
وہ چھیڑنا مجھے اور دلبری کی مخفی گھات | ادا بھری ہوئی وہ شوخیان خدا کی پناہ
ٹھہر ٹھہر کے وہ عاشق کا نعرۂ یارب | وہ پچھلی رات مؤثر فغان خدا کی پناہ
سرشک غمزدہ عاشق کی دھیمی دھیمی چال | ڈبو نہ دے کہین سارا جہان خدا کی پناہ
جلے ہوئے دل عاشق کی بجھتی چنگاری | اور اسمین آگ کا طوفان نہان خدا کی پناہ

باب التقریظ والانتقاد

تاریخ نثر اردو

مولفۂ

جناب احسن مارہروی لکچرار اردو مسلم یونیورسٹی

از

مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی حیدر آبادی مولف "دکن مین اردو"

گذشتہ چند سالون مین زبان اردو کے متعلق گل رعنا، دکن مین اردو، اردوے قدیم، شعر الہند، سیر المصنفین، پنجاب مین اردو، تاریخ ادب اردو، اردو زبان اور ادب، ار دو شہ پارے وغیرہ متعدد محققانہ کتابین لکھی گئی ہین ان مین سے ہر ایک اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے، اور ہنوز اس امر کی گنجایش ہو کہ اور نئی کتابین اس موضوع پر مرتب ہون، کہ علم ادب ریاضی نہین جسکا ہر مسئلہ یقینی اور قطعی ہو، اور نہ کوئی شخص دعویٰ کر سکتا ہے کہ اب مزید تحقیق اور اضافہ کی گنجایش نہین، اسی لئے اب محققین اردو ادھر متوجہ ہین، اور آئے دن نئی نئی کتابین اس عنوان پر لکھی جا رہی ہین،

چنانچہ اسی سلسلہ مین ابھی حال مین تاریخ نثر اردو شایع ہوئی ہو، اس کے مولف ہندوستان کے مشہور ادیب و شاعر جناب احسن مارہروی ہین، جن کے ادبی کارنامون سے اہل ملک بخوبی واقف ہین، ابھی چند سال پہلے وہ ولی کا کلیات مرتب کرکے شایع کر چکے ہین،

زیر بحث تاریخ کے مضامین کا خلاصہ حسب ذیل ہو سکتا ہے:-

اولاً (۳۸) صفحون مین مقدمہ ہے جسمین یہ بحث ہے کہ اردو کی ابتدا نظم سے ہوئی یا نثر سے؟ آغاز لفظ اردو کی تحقیق اور زبان اردو کی خصوصیات، اردو الفاظ کی بنیادین، شمالی ہند مین اردو کیون دیر مین مروج ہوئی؟ اردو زبان کا عام اثر، اس کی باقاعدہ تدوین، اس کے متعدد نام، دیوان کی ترتیب نثر اردو کی تصنیف کا آغاز، موجودہ اردو کی ابتدا، آسان اور قابل تقلید اردو وغیرہ عنوان پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے، اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہو، جس کے چھ دور سنہ ۸۰۰ھ (۱۳۹۸ء) سے سنہ ۱۳۴۸ھ (۱۹۲۹ء) تک قایم کئے گئے ہین،

پہلا دور	سنہ ۸۰۰ھ سے سنہ ۹۰۰ھ تک	۴ صفحون مین،
دوسرا دور	سنہ ۹۰۱ھ سے سنہ ۱۰۰۰ھ تک	۳ صفحون مین،
تیسرا دور	سنہ ۱۰۰۱ھ سے سنہ ۱۱۰۰ھ تک	(۱۳) صفحون مین،
چوتھا دور	سنہ ۱۱۰۱ھ سے سنہ ۱۲۰۰ھ تک	۱۹ صفحون مین،
پانچوان دور	سنہ ۱۲۰۱ھ سے سنہ ۱۳۰۰ھ تک	۱۰۸ صفحون مین،
چھٹا دور	سنہ ۱۳۰۱ھ سے سنہ ۱۳۴۸ھ تک	۲۶۴ صفحون مین آیا ہے،

پہلے دور مین ایک نثر کا نمونہ اور اس پر تبصرہ و کیفیت اور الفاظ قدیم و جدید دئے گئے ہین،

دوسرے دور مین دو نثرون کے نمونے ان پر تبصرہ و کیفیت اور الفاظ قدیم و جدید،

تیسرے دور مین، چار نثرون کے نمونے ان پر تبصرہ و کیفیت، اور الفاظ قدیم و جدید،

چوتھے دور مین چار نثرون کے نمونے ان پر تبصرہ و کیفیت اور الفاظ قدیم و جدید،

پانچوان اور چھٹا دور زیادہ تفصیل کے ساتھ ہے، اس مین بھی خصوصاً چھٹے دور مین جو سنہ ۱۳۰۱ھ سے سنہ ۱۳۴۸ھ تک ہو، نہایت تفصیل کو کام مین لایا گیا ہے، اور ہر قسم کی نثرون کے نمونے مثلاً کتابی، قانونی، اخباری، اشتہاری عبارتون کے نمونے اور خطوط کے نمونے شامل ہین، جا بجا ان پر

تبصرہ کیا گیا ہے،

ہر نمونۂ عبارت کے ساتھ امور ذیل کی خانہ پری کی گئی ہے:-

(۱) نام تصنیف، (۲) نام مصنف (۳) سنہ تصنیف

بادی النظر مین کتاب کا بڑا حصہ صرف عبارت کے نمونون پر مشتمل ہے، جو ممکن ہے کہ بقول بعض "کوہ کندن و کاہ برآوردن" کا مصداق ہو، مگر جنکو اس قسم کے کامون کا تھوڑا سا بھی تجربہ ہے، وہ جانتے ہین کہ ان کا جمع کرنا، ترتیب دینا ان پر تبصرہ کرنا اور کیفیت لکھنا، کوئی معمولی کام نہین ہی، اس کے لئے برسون کی محنت سالہا سال کی کاوش اور عرق ریزی درکار ہی،

اردو کا میدان نہایت وسیع ہے، اس کی ہمہ گیری اور عالمگیری کو پیش نظر رکھکر اسکی تاریخ پر قلم اٹھانا معمولی کام نہین، کیونکہ ہندوستان کے ہر حصۂ ملک کے اردو کے خدمات سے پوری طرح واقف ہونا کوئی آسان بات نہین ہے، ہندوستان کے مختلف صوبون کا میدان ہی کافی وسیع جولانگاہ ہے، جسمین محققین اردو داد تحقیق دے سکتے ہین، اور حقیقت یہ ہے کہ ایک دکھنی ہرگز پنجاب کے کارنامون سے کماحقہٗ واقف نہین ہوسکتا، اور اسی طرح پنجابی دکن کے کارنامون سے، علی ہذا گجراتی، بہاری، شمالی ہندی وغیرہ جو اصحاب اس کی ہمہ گیری پر قلم اٹھاتے ہین، وہ واقعی بہت بڑا کارنامہ اپنی یادگار چھوڑتے ہین،

گل رعنا، اردوے قدیم، شعر الہند، سیر المصنفین، تاریخ ادب اردو، اور اردو شہ پارے اسی قسم کی کتابین ہین، اگرچہ ہر ایک اپنے مضمون کے لحاظ سے دلچسپ اور تحقیق کیساتھ مرتب ہوئی ہے، مگر مندرجہ صدر اصول کے لحاظ سے ان کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا، ان مین اکثر نامکمل ہین کہ انمین ہم کو پورے ہندوستان کے اردو کے کارنامے نظر نہین آتے اکثر صرف شمالی ہند کے کارنامون سے مختص ہین، حالانکہ اردو کی تاریخ مین جنوبی ہند کا خاص حصہ ہے، اس کو نظر انداز کرکے

اردو کی تاریخ ہرگز مکمل نہین ہوسکتی،

جناب احسن مارہروی شکریہ کے مستحق ہین، کہ انھون نے جس مضمون پر قلم اٹھایا ہے، اسکو بلا تعصب تحقیق کے ساتھ اور بڑی حد تک مکمل طور پر لکھا ہی، تاہم انسان کا کوئی کام مکمل نہین کہا جاسکتا بڑے بڑے محقق اور مورخ سے فروگذاشتون کا ہونا ناگزیر ہے، لیکن ان کی اصلاح ہر وقت ہوسکتی ہے، ذیل مین مولف ممدوح کو چند امور کی جانب توجہ دلائی جاتی ہے، جو میری رائے مین قابل اضافہ ہین،

(۱) ابتدائی دور مین جس قدر نمونے دستیاب ہوئے دیے گئے ہین، مگر چونکہ اس زمانہ مین بہت ہی کم کتابین لکھی گئی ہین اسلئے جو کتابین بھی ہین انکا اضافہ کرنا ضروری ہی پہلا اور دوسرے دور سے قطع نظر تیسرے دور مین صرف تین نثر کے نمونے پیش کئے گئے ہین، اس مین مزید کتابون کا اضافہ ہوسکتا ہی،

مثال کے طور پر ہم ذیل مین ایک نقشہ مرتب کرتے ہین جس سے اندازہ ہوگا کہ ہر دور مین جنوبی ہند کی کن کن کتابون کی نثر کے نمونے باقی رہ گئے ہین، ہم ان تمام کتابون کا تذکرہ اپنی تالیف "دکھن مین اردو" اور رسائل کے بعض خاص مضامین مین کرچکے ہین،

دور	کتاب	مصنف	زمانہ	فن	کیفیت
تیسرا دور	شمائل الاتقیا	میران یعقوب	سنہ ۱۰۷۹ھ	تصوف	کتبخانہ آصفیہ حیدرآباد
چوتھا دور	معرفۃ السلوک	شاہ ولی اللہ قادری	سنہ ۱۱۵۶ھ	"	"
"	رسالہ حقایق	حضرت شاہ میر	.	"	"
"	ترجمہ شریعت نامۂ شاہ ملک		سنہ ۱۱۳۹ھ	"	انڈیا آفس
پانچوان دور	رسائل شمسیہ	ترجمہ از انگریزی	سنہ ۱۲۵۳ھ	طبعیات	اردو مین علم طبعیات پر یہ ابتدائی کوشش تھی اس لئے اسکا حوالہ ضروری تھا

دور	کتاب	مصنف	زمانہ	فن	کیفیت
پانچوان دور	تذکرۂ فوائد بدیہ		سنہ ۱۱۹۱ھ	علم ریاضی	اردو مین علم ریاضی پر یہ دونون رسالے ابتدائی لکھے گئے،
	انوار سہیلی	مترجمہ محمد ابراہیم بیجاپوری	سنہ ۱۲۳۹ھ		

اسی طرح دور پنجم و ششم مین ایسے اور چند نمونے مل سکتے ہین جو سنہ ۱۳۰۰ تک قلمبند ہوئے،

علاوہ ازین مصنفین جنوبی ہند کے کارنامون مین صرف قلمرو آصفیہ کو لیا گیا ہے، حالانکہ احاطۂ مدراس سے بھی اردو کے بہت سارے نمونے دستیاب ہو سکتے ہین اور حقیقت یہ ہے کہ ٹیپو سلطان اور روسا ارکاٹ کے زمانہ مین اردو زبان کی جو خدمت میسور اور ارکاٹ نے کی ہے وہ فراموش نہین ہو سکتی، اول الذکر کے متعلق ہم نے ایک مختصر مضمون لکھا ہے، جو سفینہ مدراس کے (جولائی سنہ ۱۹۲۹ء) مین شایع ہوا ہے، اس عہد کی ایک تاریخ یعنی حیدر نامہ جو نثر اردو مین ہے خاص اہمیت رکھتی ہے،

روسا آرکاٹ نے اردو کی بڑی خدمت کی ہے، جس پر ہم تفصیل سے مضمون لکھ رہے ہین، نظم کے قطع نظر یہان بعض ان کتابون کا ذکر کیا جاتا ہے، جو نثر مین لکھی گئی ہین اور مشہور و معروف ہین،

(الف) "ترجمہ آدم فی الحدیث" اس نام سے ایک کتاب شیخ آدم نے عمدۃ الامرا (سنہ ۱۲۰۶ تا سنہ ۱۲۱۶) کے زمانہ حکمرانی مین مرتب کی ہے، در اصل یہ زواجر کا ترجمہ ہے، اس کی تصنیف عمدۃ الامرا کے فرزند معین الدولہ محمد علی حسین خان کے حکم سے ہوئی ہے، عبارت کا نمونہ ملاحظہ ہو:-

"بعدہ جان تون جو مردمک دیدہ دولت و اقبال نور البصر جاہ و جلال امیر کبیر در امارت بی نظیر نواب امیر الملک معین الدولہ محمد علی حسین خان بہادر ظفر جنگ یعنی ثمرہ فواد قرت العین مین شبابان مادای سلطنت پناہان جناب امیر الہند والاجاہ نواب عمدۃ الامرا بہادر . . . .

. . . . ص ۲

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ تفسیر مین ہو کہ ویل دوزخ مین ایک

وادی ہے، وادی گہرے کو کہتے ہین، اس وادی سے تمام دوزخیان اور دوزخ ہر ایک روز سات دفعہ پناہ مانگتی ہین" ص ۹

(ب) قصص انبیا، اس کے مصنف عبد الصمد ابن عبد الوہاب خان نصرت جنگ ہین، نصرت جنگ والاجاہ محمد علی خان کے بھائی ہین، اس کی تصنیف سنہ ۱۲۱۰ھ مین ہوئی ہے،

یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے انبیا کے قصون پر مشتمل ہے، فارسی سے اس کو ترجمہ کیا گیا ہو عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے :-

"اور میرا نام عبد الصمد، عبد الوہاب خان بہادر نصرت جنگ کا فرزند ہون عالم کون فائدہ ہونے کے واسطے قصص الانبیا کون دکھنی زبان مین نثر بتایا ہون . . . .

. . . . . . یکروز حضرت یعقوب علیہ السلام کی حال کئے کہ تون یہان اپنے جان کے خوف مین رہتا ہی، رات کے وقت نکلتا ہی، تون میرے سات شام کے ملک کو چل وہان میری بہن کی لڑکی سے تیری شادی کر دیتی ہون، جب یعقوب علیہ السلام اور انو کی مال دو ملکر چلے تب انو کی مان یعقوب علیہ السلام کا نام اسرائیل رکھے"

(ج) تصنیفات مولانا قاضی بدر الدولہ مغفور،

قاضی صاحب نے جنوبی ہند مین بڑا کام کیا ہے، آپ کے اردو تصنیفات تیرہ ہین، جو سب کی سب نثر مین لکھی گئی ہین، یہ کتابین مختلف فنون مثلاً حدیث، فقہ، عقائد، سیر اور مناسک پر مشتمل ہین، آپ کی سب سے پہلی تصنیف ریاض النسوان ہے جو سنہ ۱۲۴۲ھ مین مرتب ہوئی اور آخری تصنیف تفسیر فیض الکریم ہے، جو مکمل نہین ہوئی، اور مصنف کا سنہ ۱۲۸۵ھ مین انتقال ہو گیا،

آپ کی تصانیف سے دو اور کتابین بھی خاص اہمیت رکھتی ہین، (۱) فوائد بدریہ یہ آنحضرت صلعم کی سیرت مبارک ہے، عربی اور بعض فارسی معتبر کتابون سے اس کو مرتب کیا ہے، بمبئی اور مدراس مین اس کے

متعدد اڈیشن شایع ہوئے ہین، جنوبی ہند خصوصاً احاطۂ مدراس مین اس کتاب کا وہی درجہ ہے جو شمالی ہند مین علامہ شبلی کی سیرت النبی صلعم کو دیا گیا ہے،

(۳) قوت الارواح، یہ کتاب حج کے مناسک مین لکھی گئی ہے، بڑی سائز کے (۸۰۰) صفحات مین شایع ہوئی ہی، اس کتاب کی اہمیت اس سے ظاہر ہو سکتی ہو کہ عربی مین بھی مناسک مین کوئی کتاب ایسی جامع اور مکمل نہین ہے،

قاضی بدر الدولہ کے متعلق ہم نے تفصیل سے دکن مین اردو مین روشنی ڈالی ہی اور عبارت کا نمونہ بھی پیش کیا ہے (از صفحہ ۹۰ تا ۹۹، طبع ثانی)

قاضی صاحب کے بعد بھی نثر مین متعدد کتابین مدراس مین مرتب ہوئی ہین، بہرحال مدراس کے اردو نثر کے قدیم اور جدید نمونے دستیاب ہو سکتے ہین، ان کا ذکر نہ ہونا بڑی کمی ہے،

(۴) اخبارات کے ضمن مین چار دور قایم کئے گئے ہین، پہلا دور ۱۲۶۳ھ سے شروع ہوتا ہی، سب سے پہلے سعد الاخبار آگرہ کا ذکر ہے، جو ۱۲۶۳ھ مین جاری ہوا تھا، آخر مین ایک فہرست دی گئی ہے، مگر اس فہرست مین بھی مدراس کے کسی اخبار کا ذکر نہین ہے، حالانکہ مدراس کا اسمین بڑا حصہ ہے، بلکہ اردو اخبار کی ابتدا ہی مدراس سے ہوئی ہے،

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انگریزون نے مدراس مین ہی پہلے اپنی حکومت کی داغ بیل ڈالی اس لئے صوبہ مدراس ہی پہلے پہل یورپ کے سامانون اور ایجادون سے واقف ہوا، جو شئی یورپ مین ہوتی تھی، وہ مدراس ہی سے ہندوستان مین پھیلا کرتی،

اگرچہ نہایت قدیم زمانے سے ہندوستان مین اخبار اور وقائع کا نام سنا جاتا ہی، مگر یہ اخبار آج کل کی طرح عام طور پر مشتہر نہین ہوتے تھے، بلکہ بادشاہِ وقت کے حالات صوبہ دارون کو یا صوبہ جات اور اضلاع وغیرہ کے حالات سے خفیہ طور پر بادشاہ کو واقف کرایا جاتا تھا،

موجودہ زمانہ کے اخبار کا سہرا یورپ کے سر ہے، جب مدراس مین یورپ کی ایک متمدن سلطنت کا قیام ہوا تو یہان بھی اس کے اثرات ظاہر ہونے لگے، انگریزی اخبارات کی تقلید مین سب سے پہلے مدراس ہی سے اردو کا پہلا اخبار، عمدۃ الاخبار جاری ہوا،

والاجاہ کے جانشین عمدۃ الامرا تھے جنھون نے ۱۲۰۷ھ سے ۱۲۱۶ھ تک ارکاٹ کے مسند حکومت پر فرمانروائی کی، آپ کے زمانہ حکومت مین آپ ہی کی سرپرستی مین آپ کے نام سے عمدۃ الاخبار کا اجرا، عمل مین آیا اور اس کے بعد اسی کی تقلید مین احسن الاخبار، جامع الاخبار، منظہر الاخبار وغیرہ جاری ہوے افسوس ہے کہ سردست مظہر الاخبار کے سوا کسی پر تفصیل سے روشنی نہین ڈالی جا سکتی،

مظہر الاخبار ایک ہفتہ وار اخبار تھا جو ۱۲۶۲ھ مین محلہ ترکمکھری مدراس سے شایع ہونے لگا تھا اور ایک عرصہ تک اس کے جاری رہنے کا پتہ چلتا ہی، یہ بارہ صفحے کا اخبار تھا، اس مین غیر ملکی خبرین شہری خبرین اشتہارات وغیرہ شایع ہوتے تھے، اس کے اڈیٹر محمد خواجہ بادشاہ متخلص عبرت تھے

ہمارے پیش نظر اس وقت اس کی ساتوین جلد کا تیئسوان (۲۳) پرچہ ہے، عبارت کے لحاظ سے تعجب ہوتا ہی، کیسی صاف اور سلیس اردو ہے، مختلف مقامات سے اس کے عبارت کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے:-

"مصر، اخبارات ولایت مظہر ہے کہ سلطان روم معہ پاشا مصر کو جاوینگے، اور چالیس روز مین بازگشت فرماوین گے،

یونان آج تک یہ تخت بے چراغ تھا شکر ہے کہ اب روشن ہوا جناب ولیعہد ملکہ معظمہ کے سالے ولیم صاحب بہادر اس تخت پر رونق افروز ہوئے" صفحہ ۱۱

"ضیافت سراسر لطافت، عقد ترویج ہندوستان کے اہل اسلام مین دو قسم پر رواج پایا ہے، ایک نکاح خوانی جو اصل دین ہے یعنی فقط شروط و آداب نکاح موافق حکم شرع

بجالانا، چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین جہان سے دین اسلام پیدا ہوا اور جمیع بلاد عرب
و شام و ترک و مغرب وغیرہ مین اسی آئین پر ازدواج کا رواج شایع ہے، دوسرا شادی
جو مخصوص اختراع اہل ہند ہے یعنی چند رسوم غیر شرعی مسرفانہ جو ہند کے مسلمانون نے فقط حظوظ
نفسانی حاصل کرنے کے لئے سراسر رسم ہنود سے اخذ کرکے اور ان کو تراکیب تازہ دیکر نکاح کیساتھ
منضم کردی ہین...........................
الحمد للہ والمنہ زہے زمان سعادت توامان ہے، عجب آوان خیر و برکت عنوان ہے، الوید صلاح و
فلاح بر مکان ہے، قاصد فرح مقاصد مژدہ رسان ہے، الوآج کل معمورۂ مدراس مین یہ رواج
ہے ارادہ راست پر ہر معاملے کا امتزاج ہے، ہر طرف طریق امت نبوی کی گرم بازاری ہے، شرع رسول
و دین مصطفوی کی استواری ہے،.......... چنانچہ عالم باعمل افضل
و اکمل فضیلت منازل آگاہ دل واقف حقایق فروع و اصول کاسف غوامض معقول و منقول
برگزیدہ بارگاہ ایزدی قدوۂ مقربان حضرت صمدی سر دفتر علماء دیار و امصار فاضل وعلامۂ
روزگار جناب مستطاب حضرت مولوی قاضی الملک بہادر دام افضالہم و عم احسانہم نے باوجود
کمال قدرت و طاقت تامہ محض بلحاظ بہبودی اپنے متوسلین و متعلقین کے کہ تا اس کے تبعیت
و تقلید کرین، مورخہ تاریخ ماہ ذیحجہ روز جمعہ ۱۲۶۹ھ وقت ہفت ساعت عقد نکاح اپنے فرزند
ارجمند حافظ حسین[1] عطاء اللہ صاحب کا دختر نیک اختر ماہ برج امارت و بختیاری مہر شہر
فیض بخشی و سالاری تابع طریق مرتضوی قایم سنت مصطفوی حاجی الحرمین الشریفین امیر
کبیر جناب مستطاب علی القاب حضرت سالار الملک بہادر دام شوکتہم کے ساتھ بلاتکلف باندھ دیا
فلک نے بارک اللہ کہا۔"

[1] راقم الحروف کے نانا ہین۔

نمونہ اشتہارات :-

"روغن ہالوے، اس روغن کو رکھنے والا شخص اپنے گھر کا طبیب ہو سکتا ہی، چونکہ اگر اسکو
یا اس کے اطفال وغیرہ کو جلدی امراض مثلاً پھوڑے دنبل ناسور ورم دمہ اور دوسری
شکایتین ہون تو روغن کے استعمال سے اپنے اور اپنے متعلقین کو درست کر سکتا ہی، پروفیسر
تھامسن ہالوے نمبر (۲۴۴) اسرانڈ لنڈن ٹمپل بار کے متصل اور جمیع ذی عزت و مشہور بیماریون
کے دوکانون مین قیمت ذیل کے بموجب بکتے ہین، فی ڈبی ایک شلنگ یعنی آٹھ آنہ"

اس عبارت سے واضح ہو سکتا ہے، کہ ۱۲۷۲ء مین مدراس مین کس طرح صاف اردو بولی جاتی تھی
اس کے بعد مدراس سے بیسیون روزانہ ہفتہ وار اخبار جاری ہوتے رہے ہین، مثلاً شمس الاخبار
جریدۂ روزگار، نیر آصفی، بحر دکن وغیرہ مگر ان مین سے کسی کا ذکر اس تاریخ مین نہین ہے، میرے
ناقص خیال مین ایک اور بات بھی مولف کی توجہ کے قابل ہے،

پانچوین اور چھٹے دور مین ہر قسم کے فنون کے متعلق نمونے دیئے گئے ہین، مگر ان مین کوئی فصل
یا حد بندی نہین ہے، اس کے باعث ایک نمونہ عبارت، مثلاً ۱۳۲۵ھ کے بعد دوسرا نمونہ ۱۳۱۰ء
کی عبارت کا دیا گیا ہے، بادی النظر مین دھوکہ ہوتا ہے، کہ ۱۳۲۵ھ کے بعد ۱۳۱۰ء کا نمونہ کس طرح ہے
اس لئے اگر فنون کے لحاظ سے عنوان قایم کرکے حد بندی کر دی جاتی تو مناسب ہوتا،

مطبوعاتِ جدیدہ

ہندو شعراء دربارِ رسول میں، مرتبہ مولوی محمد محفوظ الرحمٰن صاحب ناظم انجمن تبلیغ الاسلام نگرام لکھنؤ، حصہ اول، ۳۱ صفحے، لکھائی چھپائی کاغذ معمولی،

مولوی محمد محفوظ الرحمٰن صاحب نگرامی نے جو مفید تبلیغی رسالہ لکھتے رہتے ہین، ہندو شعراء کے نعتیہ کلام کو ترتیب دیا ہے، اور اس کا پہلا حصہ شایع ہوگیا ہے، اس مین بیس بائیس شعراء کے کلام یکجا ہین، ہر شاعر کے نعتیہ کلام کے ساتھ اس کے مختصر حالات زندگی بھی قلمبند کئے گئے ہین، جس کی وجہ سے یہ رسالہ زیادہ مفید ہوگیا ہے، غالباً ۱؍ کے ٹکٹ بھیج کر طلب کیا جا سکتا ہے،

تذکرۂ علمائے فرنگی محل، مرتبہ مولانا محمد عنایت اللہ صاحب فرنگی محلی، اشاعۃ العلوم فرنگی محل لکھنؤ، ۲۱۶ صفحات قیمت عہ،

دار العلم و العمل فرنگی محل کی قدیم عظمت ہمارے تعارف سے بالاتر ہے، لیکن ابھی تک اردو زبان کی یہ بڑی بدقسمتی تھی کہ علمائے فرنگی محل کے سوانح حیات اور علم و فضل پر کوئی جامع تذکرہ قلمبند نہین ہوا تھا، مسرت ہے کہ مولانا عنایت اللہ صاحب نے یہ مفید خدمت انجام دی، اور "تذکرہ علمائے فرنگی محل" کے نام سے یہ رسالہ شایع کیا، اس مین فرنگی محل کے مشاہیر علماء کے حالات زندگی اور علم و فضل کا تذکرہ بہ ترتیب حروف تہجی کیا گیا ہے، نیز فرنگی محل کے عام خاندانی حالات بھی قلمبند کردیے گئے ہین،

حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق، مولفہ مولانا محمد عنایت اللہ صاحب فرنگی محلی

اشاعۃ العلوم فرنگی محل لکھنؤ، ۸۴ صفحے قیمت ۸؍

مولانا عبد الباری مرحوم فرنگی محل کے حالاتِ زندگی ایک وسیع پیمانہ پر مجلس اشاعۃ العلوم کی نگرانی مین ترتیب پا رہے ہین، لیکن ابھی ان کی اشاعت مین تاخیر تھی، اس لئے مولانا محمد عنایت اللہ صاحب نے مولانائے مرحوم کے انھین حالات کو جو تذکرہ علمائے فرنگی محل" مین لکھے تھے، کسی قدر زیادہ تفصیل سے جداگانہ رسالہ کی شکل مین شایع کیا ہے، جس مین مولانائے مرحوم کی سیاسی جد و جہد کا تذکرہ زیادہ تفصیل سے کیا گیا ہے،

تفسیر المعوذتین، مترجمہ مولوی عبد الرحیم صاحب ناظم مکتبہ علوم مشرقیہ دار العلوم پشاور ناشر الہلال بک ایجنسی کشمیری بازار لاہور ۳۰ صفحات قیمت ۳؍

علامہ ابن تیمیہؒ نے سورۂ فلق و سورۂ والناس کی ایک مختصر تفسیر لکھی تھی، اور اسی تفسیر کی توضیح مین حافظ ابن قیم جوزیؒ نے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا تھا، زیرِ تبصرہ رسالہ اس رسالہ کا اردو ترجمہ ہے، ترجمہ صاف، سلیس اور روان ہے، رسالہ کے نفع بخش ہونے کے لئے ترجمان القرآن ابن تیمیہ کا انتساب کافی ہے،

اسلامی تصوف، مترجمہ مولوی عبد الرحیم صاحب ناظم مکتبہ علوم مشرقیہ دار العلوم پشاور ناشر الہلال بک ایجنسی کشمیری بازار لاہور ۶۰ صفحات لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ قیمت ۸؍

یہ علامہ ابن قیم کی تالیف طریق الہجرتین و باب السعادتین کے حصہ اول کا اردو ترجمہ ہے، جسمین اسلام کے حقیقی تصوف کو پیش کیا گیا ہے، اور اس سلسلہ مین تصوف اسلام، فقر مسنون، اور طریقت و حقیقت کے اصول و قواعد بہ تشریح بیان کئے گئے ہین، کتاب کا پہلا ہی باب "فقر و عبودیت" نہایت پرکیف ہے، اور آخر مین بتایا گیا ہے کہ فقر و عبودیت ہی سعادت کا وہ دروازہ ہے جو سالک باللہ کا حقیقی مقصود ہے، علامہ ابن تیمیہ و ابن قیم کی رد بدعت سے متعلق کتابون کی اشاعت

کے بعد اس کی اشاعت نہایت مفید ہے، امید ہے کہ اردو دان طبقہ مین قبولیت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی،

بغاوت عرب اور لارنس، مولفہ مولوی چراغ حسن صاحب حسرت، اردو کتبخانہ نمبر ۸ بشیر بلڈنگ برکت علی روڈ لاہور، چھوٹی تقطیع، خوبصورت جلد ۱۲۰ صفحات قیمت عہ

امرتسر مین پیر کرم شاہ کے ظہور اور افغانستان کی پچھلی بغاوت سے صحرائے عرب کے برطانی کارندے کرنل لارنس کی یاد ہندوستان مین دوبارہ تازہ ہوگئی، اور اردو اخبارات مین اس کے متعلق مبالغہ آمیز داستانین شایع ہونے لگین، اسی بناپر، مولوی چراغ حسن صاحب حسرت سابق مدیر زمیندار نے انگریزی کی مختلف مستند کتابون سے جنمین خود لارنس کی تالیفات، اور جمال پاشا کے روزنامچے بھی شامل ہین، یہ مستند کتاب "کرنل لارنس اور بغاوت عرب" کے نام سے ترتیب دی ہے، اس مین اس کے کارنامۂ بغاوت عرب اور اس کے سوانح حیات پر روشنی ڈالی گئی ہے، ابتدا مین مشرق و مغرب کی قدیم آویزش کی طرف اشارہ کرکے ترکون سے یورپ کی دشمنی کی تفصیل بیان کی گئی ہے، پھر جنگ عظیم کے آغاز کے بعد ترکون کے خلاف عرب کی بغاوت کے حالات، اور پھر لارنس کے تعارف کے بعد اس بغاوت مین اس کے کارنامے بیان کئے گئے ہین، اس کے بعد اس کے بقیہ ایام زندگی کو جو اتبک گذرے ہین، اور جن سے امان اللہ خان کی بربادی بھی خیال کیجاتی ہے بہ تشریح بیان کیا گیا ہے، اور آخر مین لارنس کی زندگی پر ایک عام نظر ڈالی گئی ہے، اگرچہ اب اس کتاب کے تمام اوراق تاریخ کے صفحات بن چکے ہین، لیکن کہا جاتا ہے کہ "لارنس" برطانیہ کی خارجہ حکمت عملی کا دوسرا نام ہے، اس لئے یہ کتاب تاریخی بھی ہے، اور سیاسی بھی، اس لئے اس کا مطالعہ دونون حیثیت سے مفید ہے،

"ر"

جلد بست و ہفتم ۲۷ | ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء | عدد ۴

مضامین